ہفت روزہ

29

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

17 تا 23 جولائی 2012ء/ 26 شعبان تا 3 رمضان المبارک 1433ھ

اس شمارے میں

......یہ لائن کیوں کھینچی گئی؟

حاکمیت نہیں، خلافت

روزے کی فرضیت......

دفاعِ پاکستان......مگر کیسے

'احیائے خلافت سیمینار' کی رپورٹ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

نیٹو سپلائی کی بحالی:
دین و ملک سے غداری

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

روزہ: روح کی آزادی کا مؤثر ذریعہ

"انسان کے اندر روح نامی شے بھی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس کی تازگی و توانائی کے لیے بھی کوئی غذا اور تدبیر ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہے تو کیا یہی دودھ مکھن، جن سے ہمارے جسم کی پرورش ہوتی ہے، اس کے لیے بھی کافی ہیں یا اس کے لیے کسی اور تدبیر و غذا کی ضرورت ہے؟ مذہب اس سوال کا جواب یہ دیتا ہے کہ انسان کے اندر روح کا جوہر ارضی نہیں بلکہ آسمانی اور خدائی ہے۔ اس وجہ سے اس کی غذا اس زمین سے نہیں بلکہ خدا کے تعلق اور اس کے کلام و الہام سے حاصل ہوتی ہے اور اس کا تعلق خدا سے قریب تر اور قوی تر اس وقت ہوتا ہے جب یہ جسم کے (جو اس کے لیے صرف ایک مرکب کی حیثیت رکھتا ہے) تقاضوں، اس کی خواہشات اور اس کے جذبات و میلانات سے فی الجملہ آزاد ہوتی ہے۔ جب تک یہ انہی سفلی پابندیوں میں گرفتار رہتی ہے اس وقت تک یہ ان بلندیوں میں پرواز نہیں کر سکتی جو اس کی فطرت کے لحاظ سے اس کی اصلی جولانگاہ ہیں اور جن میں پرواز کرنے ہی سے اس کے وہ شاہینی کارنامے ظہور میں آتے ہیں جو اس کی فطرت کے اندر ودیعت ہیں۔

روزہ روح کو یہ آزادی دلانے کا سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ ہے۔ اس سے انسان کے نفس کی جو تربیت ہوتی ہے اس کا سب سے زیادہ نمایاں پہلو یہ ہے کہ روح پر خواہشات و شہوات کا غلبہ کمزور ہو جاتا ہے، انسان کی قوتِ ضبط اور اس کی قوتِ ارادی مضبوط ہو جاتی ہے اور اِس طرح اُس کے اندر یہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ بجائے اس کے کہ وہ ایک فرمانبردار غلام کی طرح ہاتھ باندھے ہوئے اپنی خواہشوں کے پیچھے پیچھے چلے، وہ ایک صاحبِ عزم و ایمان کی طرح اپنی خواہشات و جذبات کو اپنے رب کی رضا اور اس کے احکام کے پیچھے لگا دیتا ہے۔"

مولانا امین احسن اصلاحیؒ

الہدیٰ (522)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سورۃ یوسف

تعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

چودہ مکی سورتوں (سورۂ یونس تا سورۃ المؤمنون) پر مشتمل اس طویل سلسلے میں تین تین سورتوں کے جو ذیلی گروپس ہیں' سورۂ یوسف ان میں سے پہلے ذیلی گروپ کا حصہ ہے' لیکن اس سورت کو اپنے مضمون اور خاص انداز کی بنا پر پہلی دو سورتوں (سورۂ یونس اور سورۂ ہود) کا ضمیمہ سمجھنا چاہیے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ سورۂ یوسف پورے قرآن مجید میں اپنے انداز کی ایک بالکل منفرد سورت ہے۔ اس کی ہلکی سی مشابہت صرف سورۂ طٰہٰ کے ساتھ ہے۔ سورۂ طٰہٰ بھی سورۂ یوسف کی طرح صرف ایک رسول یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ ان دونوں سورتوں میں اس کے علاوہ ایک معنوی نسبت یہ بھی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں اور آپؑ کی وساطت سے بنی اسرائیل مصر میں داخل ہوئے تھے' جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں آپؑ کے ذریعے سے وہ لوگ وہاں سے نکلے تھے۔

اس سے پہلے مکی سورتوں میں انباء الرسل کا مضمون بہت شد و مدّ کے ساتھ بیان ہوا ہے' جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر قصص النبیینؑ کے انداز میں آیا ہے' پہلے سورۃ الانعام میں اور پھر سورۂ ہود میں۔ مگر سورۂ یوسف قصص النبیین کے اعتبار سے بھی یوں منفرد ہے کہ پوری سورت ایک ہی نبی کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس پورے قصے میں انباء الرسل کے انداز کی ہلکی سی جھلک بھی نظر نہیں آتی۔ یعنی اس طرح کا کوئی اشارہ کہیں بھی نہیں ملتا کہ حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں اس قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے' یا پھر انہوں نے اپنی قوم کو دعوتِ توحید دینے کے بعد کہا ہو کہ اگر تم میری اس دعوت کو نہیں مانو گے تو تم پر اللہ کا عذاب آئے گا۔ پوری سورت میں ہمیں ان کی طرف سے جا بجا دعوت کی مثالیں ملتی ہیں مگر وہ ایک مصلح کے انداز میں تبلیغ کرتے نظر آتے ہیں۔ اس سے نبی اور رسول کے مابین فرق بھی واضح ہو جاتا ہے۔ رسولوں کے حالات کے ضمن میں ہم پڑھ آئے ہیں کہ ایک رسول کی بعثت تعین کے ساتھ جس قوم کی طرف ہوتی تھی وہ انہیں اللہ واحد کی بندگی اور اپنی اطاعت کا حکم دیتا تھا: ﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۳﴾ (نوح) ''کہ تم اللہ کی بندگی کرو' اُس کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو''۔ اور اگر وہ قوم اپنے رسول کی دعوت کو ردّ کرتی چلی جاتی تھی تو بالآخر اُس قوم پر اللہ کی طرف سے عذاب نازل ہو جاتا تھا اور اسے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جاتا تھا ---- لیکن نبی کا معاملہ اولیاء اللہ کی طرح ہوتا تھا۔ وہ اپنے معاشرے میں توحید کی دعوت دیتا' کفر و شرک اور بدعات سے اجتناب کی تلقین کرتا اور ان کی اصلاح کی کوشش کرتا۔ بنی اسرائیل میں انبیاء کرام علیہم السلام تسلسل کے ساتھ آتے رہے ہیں' لیکن رسول معدودے چند تھے۔ اُمت مسلمہ میں بڑے بڑے اولیاء کرام رحمہم اللہ پیدا ہوئے ہیں اور انہوں نے عظیم الشان دعوتی اور تجدیدی خدمات انجام دی ہیں' لیکن وحی کا دروازہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد بند ہو چکا ہے۔ (جاری ہے)

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

جب تک محنت سے کما سکتے ہو، سوال نہ کرو!

عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((**لَاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ فَيَاْتِيَ بِحُزْمَةِ الْحَطَبِ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيْعَهَا فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّسْاَلَ النَّاسَ اَعْطَوْهُ اَوْ مَنَعُوْهُ**)) (رواه البخاری)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کسی ضرورت مند آدمی کا یہ رویہ کہ وہ رسی لے کر جنگل جائے اور لکڑیوں کا ایک گٹھا اپنی کمر میں لاد کے لائے اور بیچے' اور اس طرح اللہ کی توفیق سے وہ سوال کی ذلت سے اپنے کو بچائے' اس سے بہت بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے سوال کا ہاتھ پھیلائے' پھر خواہ وہ اس کو دیں یا نہ دیں۔''

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

1947ء میں برصغیر میں یہ لائن کیوں کھینچی گئی؟

تاریخ کو مسخ کرنا اخلاقی لحاظ سے ایک سنگین جرم ہے۔ ہم نے اسے اخلاقی جرم اس لیے قرار دیا ہے کیونکہ کم ازکم آئینِ پاکستان میں کوئی ایسی شق موجود نہیں جو اسے جرم قرار دیتی ہو۔ آئین سازوں کو شاید یہ احساس نہ ہو کہ یہ جرم معاشرے اور اجتماعیت کو کتنی بُری طرح تباہ و برباد کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس جرم کو ثابت کرنا آسان کام نہیں ہے اور فیصلہ کرنے کے لیے قانون دان اور ماہرِ آئین سے زیادہ تاریخ دان ہونے کی ضرورت ہے اور شاید یہی وجہ ہو کہ دنیا میں کہیں بھی اسے قانون کی کتابوں میں جرم قرار نہ دیا گیا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ زندہ قومیں اپنی تاریخ کو مسخ ہونے سے بچانے کے لیے عدالتوں کا نہیں، دیانت اور حقائق کا سہارا لیتی ہیں۔ مسلمانانِ پاکستان نے خود پر جو بدترین ظلم کیا وہ یہ تھا کہ تحریک پاکستان کی تاریخ میں کوئی خاص دلچسپی نہ لی، لہٰذا وقت گزرنے کے ساتھ جن کے دل میں اسلام کانٹے کی طرح چبھ رہا تھا یا ان کی عیش وعشرت اور رنگین زندگی میں رکاوٹ پڑنے کا امکان تھا، انہوں نے حقائق پر جھوٹ اور دروغ گوئی کا اتنا ملبہ گرا دیا کہ آج عام آدمی مکمل طور پر کنفیوز ہو کر رہ گیا۔

تحریک پاکستان کے دوران سیاسی جلسوں میں کیا نعرے لگتے تھے؟ قائداعظم کی ایک صد سے زائد تقاریر کا خلاصہ اور نچوڑ کیا ہے؟ 11/اگست 1947ء والی تقریر کا پس منظر اور اصل مقصد کیا تھا؟ ان سب باتوں کو الگ رکھ دیجیے۔ کسی ایسے عام آدمی یا کچھ ایسے عام آدمیوں جن کا سیاست سے تعلق نہ ہو اور جن کی عمر قیامِ پاکستان کے وقت اٹھارہ یا بیس سال کی تھی اُن کا ماضی میں انٹرویو کیا گیا ہو یا اگر ممکن ہو تو اب کر لیا جائے اور پوچھا جائے کہ اُس وقت پاکستان کے حوالے سے اُن کے تاثرات کیا تھے اور وہ مستقبل میں اسے کیسی ریاست بنتے ہوئے دیکھ رہے تھے تو بات واضح ہو جائے گی۔ ایسے ہی ایک عام آدمی سے بھٹو دور میں ہم نے انٹرویو کیا۔ اس نے صاف صاف کہا ”میں قیامِ پاکستان کے وقت بھی نام کا مسلمان تھا اور آج بھی نام کا مسلمان ہوں۔ میں نے کبھی نماز نہیں پڑھی تھی۔ اور نہ مجھے نماز آتی تھی۔ جب پاکستان بننا یقینی ہو گیا تو میں پریشان ہو گیا کہ اب تو practicing مسلمان بننا پڑے گا، لہٰذا میں نے اپنے کاروبار سے گھر جاتے ہوئے راستے سے نماز کی کتاب خریدی“ یہ ہے پاکستان کی اصل، صحیح اور درست تاریخ۔ یہ ہے وہ عوامی تاریخ جسے بعد کے بعض دانشور ذاتی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے مسخ کرتے رہے۔ مذکورہ بالا شخص بعد میں بھی نام کا مسلمان اس لیے رہا کہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر قیام پاکستان کے بعد بھی اسلام کے حوالہ سے کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ اور جس خدشہ کے تحت اس نے نماز کی کتاب خریدی تھی، وہ دور ہو گیا۔ لیکن اِس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ پختہ سیکولر ذہنیت کا حامل ایک نام کا مسلمان بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ پاکستان مستقبل میں ایک اسلامی ریاست ہو گی اور میرے مفاد کا یہ تقاضا ہے کہ میں اب اسلامی شعائر اپنا لوں۔ ایسے ہزاروں عام لوگ آج بھی زندہ ہیں جو آپ کو یہ گواہی دیں گے۔ مسلمانوں کو چھوڑیے مہاتما گاندھی جیسا اسلام دشمن متعصب ہندو لیڈر قائداعظم سے پوچھتا ہے ”کیا آپ کے پاکستان کا مطلب pan-Islamism ہے۔“ اُس وقت کی فضا اور حالات کا رخ دیکھتے ہوئے یہ ایک ذہین غیر مسلم لیڈر کا تبصرہ تھا۔

اُس دور کے اسلام دشمن سیکولر اور ملحد ذہنیت کے حامل افراد کی بھی بے شمار گواہیاں موجود ہیں کہ وہ اس حقیقت کو جانتے تھے کہ پاکستان ایک اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لیے حاصل کیا گیا تھا۔ وہ اسمبلی جس نے قراردادِ مقاصد منظور کی تھی وہ قیامِ پاکستان سے پہلے وجود میں آئی تھی اور اسے ہی بطور آئین ساز اسمبلی کے بحال رکھا گیا

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

17 تا 23 جولائی 2012ء — جلد 21
26 شعبان تا 3 رمضان المبارک 1433ھ — شمارہ 29

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

تھا۔ یہ وہی اسمبلی تھی جس کے سامنے قائداعظم نے 11/اگست 1947ء کو تقریر کی تھی۔ جب قراردادِ مقاصد منظور کی گئی تو اس اسمبلی میں موجود سیکولر لوگوں نے یہ تو کہا کہ آج ہمارا سر شرم سے جھک گیا ہے کہ ع اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں، انہوں نے قراردادِ مقاصد کی بھرپور مخالفت کی اور ان میں سے ادب کا ذوق رکھنے والوں نے اپنا غصہ شعر و شاعری سے بھی نکالا لیکن ان میں سے کسی ایک اسمبلی ممبر نے سیکولر ہوتے ہوئے بھی یہ نہیں کہا کہ یہ غلط ہے، پاکستان بنانے کا یہ مقصد نہیں تھا۔ یہ تو قریب قریب بیس بائیس برس بعد ذاتی ناکامیوں اور پاکستان کے دگرگوں حالات سے مایوس ہو کر سردار شوکت حیات کو یاد آ گیا کہ ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ'' کا نعرہ مسلم لیگ کا نعرہ نہیں تھا بلکہ بعض چھوکروں نے یہ نعرہ لگایا تھا۔ سوال یہ ہے کہ کیا آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے یا خود قائداعظم نے یا آل انڈیا مسلم لیگ کے کسی بھی عہدیدار نے اس نعرہ کی تردید میں ایک لفظ بھی کہا۔ کیا خود مسلم لیگ کا یہ آفیشل نعرہ نہیں تھا ''مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ'' کیا وہ تمام مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے کوئی سیکولر ریاست بنانا چاہتے تھے۔ بدنیتی' بددیانتی اور ضمیر فروشی حائل نہ ہو تو صاف' واضح اور غیر مبہم حقیقت یہ ہے کہ پاکستان صرف اور صرف ایک اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لیے حاصل کیا گیا تھا۔

ہم تاریخ مسخ کرنے والے ایسے تمام لوگوں کی خدمت میں عرض کیے دیتے ہیں کہ وہ اس بات کو سمجھیں کہ ریاست کو ڈی ٹریک کرنے سے ملک میں جو تباہی و بربادی آئی ہے، اس کا وبال ان کی گردنوں پر ہوگا۔ معاشی عدم مساوات کی پالیسی نے ہوس زر کو اپنی انتہا تک پہنچایا اور آج دولت چند سو یا چند ہزار گھرانوں میں گردش کر رہی ہے اور غربت کے ہاتھوں خودکشی کرنے والوں کی تعداد میں از حد اضافہ ہو گیا ہے۔ معاشرتی زوال نے جنسی بے راہ روی کو جنم دیا۔ زنا اور خواتین کے چہروں پر تیزاب ڈالنے جیسے واقعات اسی غیر شرعی معاشرت اور مرد وزن کے بلا جواز اختلاط کا خوفناک نتیجہ ہے۔ اور ایٹمی صلاحیت کا حامل ہونے کے باوجود حکمرانوں کا ہر وقت خوف سے تھر تھر کانپتے رہنا اور غیر ملکی قوتوں کی ڈکٹیشن لینا بھی اپنے نظریات اور صراطِ مستقیم سے انحراف کا نتیجہ ہے۔ سیاسی عدم استحکام کی بھی کوئی اور وجہ نظر نہیں آتی۔ کیا اس حقیقت سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ نصف صدی سے زائد عرصہ ہوا پاکستان کی سیاسی اور عسکری قیادت زبان سے جو چاہے کہتی رہی، عملاً سیکولرازم پر عمل پیرا ہے۔ کبھی کبھار اسلام کا نام کمپنی کی مشہوری کے لیے استعمال کر لیا جاتا ہے۔ اگر یہ لوگ سیکولرازم ہی کو پاکستان کے مسائل کا حل سمجھتے ہیں تو پھر مسائل میں جھلستے ہوئے عوام کو ریلیف دینے میں دیر کیوں ہے؟ یہ حکومت ہی نہیں سابقہ حکومتیں بھی معاشی' معاشرتی اور سیاسی سطح پر کیوں ناکام ہو جاتی ہیں اور عسکری سطح پر ہمیں ہمیشہ کیوں ہتھیار پھینکنے پڑتے ہیں یا اعلانیہ اختیار کردہ موقف سے خاموشی سے پسپائی اختیار کرنا پڑتی ہے۔ ناکامیاں ہمارا مقدر کیوں ہیں؟

آہ کاش! ہم تاریخ کو مسخ کرنے سے باز آ جائیں! آہ کاش ہم اس حقیقت کو تسلیم کر لیں کہ پاکستان بنانے کا مقصد ایک اسلامی فلاحی ریاست کو وجود میں لانا تھا۔ 1947ء میں برصغیر میں جو لائن کھینچی گئی تھی وہ سیکولرازم اور اسلام کو الگ الگ کرنے کے لیے ہی کھینچی گئی تھی۔ اے ربّ! ہمیں حق کو سمجھنے اور اس پر استقامت سے ڈٹے رہنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین یا رب العالمین!

بیابہ مجلس اسرار

حاکمیت نہیں، خلافت

توحید کے مضمرات میں سب سے پہلی چیز حاکمیت انسانی کی کلی نفی ہے۔ یہ سب سے بڑا سب سے عظیم انقلابی نظریہ ہے، جس تک انسان کا اپنا ذہن رسائی کر ہی نہیں سکتا۔ اس کا علم صرف وحی الٰہی کے ذریعے سے حاصل ہونا ممکن ہے۔ اس بات کو پہلے بھی مشرکین نے مانا ہے اور آج بھی تسلیم کرتے ہیں کہ کائنات کی تکوینی حاکمیت صرف اللہ کی ہے۔ لیکن توحید کا تقاضا یہ ہے کہ دُنیا میں تشریعی حاکمیت مطلقہ بھی صرف اللہ کے لئے ہو: ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ اور ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾ اور ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ اور ﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ گویا۔

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اِک وہی باقی بتانِ آزری

اس نظریہ کو نہایت شد و مد سے محکم دلائل و براہین کے ساتھ قرآن مجید ہی نے پیش کیا ہے۔

یہ موضوع اگرچہ تفصیل کا متقاضی ہے، لیکن یہاں چند اشارات ہی پر اکتفا کریں گے۔ غور کیجئے کہ فرانس کے انقلاب نے کیا کیا تھا۔ صرف ایک ہی چیز میں تبدیلی کی تھی کہ حاکمیت کسی خاندان یا فرد کی نہیں ہے بلکہ عوام کی ہے۔ گویا حاکمیت ایک خاندان یا فرد کے ہاتھ سے لے کر جمہور کو دے دی گئی۔ صرف یہی تبدیلی رونما ہوئی، اور تو کوئی نہیں۔ اس انقلاب کا لب لباب یہی ہے کہ ''حاکمیت (Sovereignty) کسی مخصوص فرد یا کسی شاہی خاندان کے ساتھ متعلق نہیں ہے، بلکہ فی الحقیقت حاکمیت کا تعلق عوام کے ساتھ ہے۔''

یہی نظریہ ہے جمہوریت کا۔ سارا جھگڑا اور سارا فساد اسی کا ہے کہ حاکمیت کس کی، اختیار کس کا قانون بنانے اور دینے کا مجاز کون؟ یہ ہے اصل میں سارے بس کی گانٹھ۔ اور یہ انقلاب کہ حاکمیت کو افراد اور خاندانوں سے نکال کر عوام میں لے آنا، تو اس کے لئے کتنا خون دینا پڑا ہے۔ فرانس کا انقلاب بڑا ہی خونیں انقلاب تھا۔ شیر کے منہ سے نوالہ نکالنا کوئی آسان کام ہے؟ جن لوگوں نے یورپ کی تاریخ پڑھی ہے وہ جانتے ہیں کہ وہاں Divine Rights of the king کا سکہ جاری تھا۔ یعنی بادشاہوں کو تو خدائی اختیار حاصل ہیں، انہیں کون چیلنج کر سکتا ہے؟

(بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کتاب منہج انقلاب نبویؐ سے ایک اقتباس)

روزے کی فرضیت کے سلسلے میں قرآن مجید کا دلکش اسلوب

حافظ محمد مشتاق ربانی

رمضان کے روزے فرض ہیں۔قرآن حکیم میں ان کی فرضیت کا بیان انتہائی خوبصورت ہے۔انتہائی دلکش خطاب سے روزے کی بحث کا آغاز کیا گیا۔اِس بیان میں ترغیب کا پہلو غالب ہے۔روزے کی اجماعی تاریخ ذکر کر کے اجنبیت کو رفع کر دیا گیا۔بالکل آغاز میں ہی روزہ کی حکمت بیان کر دی گئی۔رخصتوں کا خصوصی طور پر ذکر کیا، تاکہ لوگ روزے کی عبادت سے خوفزدہ نہ ہوں۔ روزے کے کفارے میں بھی مساکین کا خیال رکھا گیا تاکہ روزہ میں لطافت اور حسن پیدا ہو، اجتماعی اور معاشرتی برکات نمایاں ہوں اور پورا معاشرہ اس کو ادا کرنے کی طرف متوجہ ہو۔روزہ کے باب میں قدم قدم پر آسانی اور سہولت کا ذکر ہے، تاکہ لوگوں کو رمضان کے روزوں کی تکمیل کر کے اللہ کا شکر ادا کرنے کا موقع ملے۔

روزے کی فرضیت کے سلسلے میں سورۃ البقرۃ کی آیات 183 تا 186 کا اجزاء کی صورت میں جائزہ پیش خدمت ہے، جن میں اپنی امکانی حد تک کوشش کی گئی ہے کہ اختصار کے ساتھ ان کا اسلوب بیان اُجاگر کیا جائے ، کیونکہ روزہ کے ضمن میں انہی آیات پر فقہی نقطہ نظر سے زیادہ توجہ دی گئی ہے، جیسے ابن العربی اور الجصاص کی ''احکام القرآن'' (دونوں مفسرین کی تفاسیر کا ایک ہی نام ہے۔) میں ان آیات کے حوالے سے کئی مسائل کا ذکر کیا گیا ہے۔یوں تو قرآن حکیم میں تکرار کا اسلوب پایا جاتا ہے، لیکن رمضان سے متعلق آیات ایک ہی مقام پر ہیں۔انہی میں روزے کی فرصیت، حکمت، عظمت وغیرہ کا ذکر ہے۔فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾

''اے ایمان والو''

یعنی آغاز میں اہل ایمان کو ندا دی جا رہی ہے، جو عقیدہ کی بنیاد پر جمع ہیں، وطن، زبان اور قوم کی بنیاد پر اکٹھے نہیں ہیں۔ کتنی خوبصورت یہ ندا ہے۔اس ندا سے دل فوراً مائل ہو جاتے ہیں۔اہل ایمان کو ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ کہہ کر انھیں اپنے سے مانوس کیا، تاکہ انھیں روزہ آسان محسوس ہو۔مشہور مفسر ابن عشور ''التحریر والتنویر'' میں لکھتے ہیں کہ ندا کا یہ انداز ''اظہار العنایہ'' کا ہے، یعنی کسی عنایت کا اظہار ہونے لگا ہے اور وہ عنایت روزہ ہے۔

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾ (البقرہ:183)

''تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔''

کتابت کے لفظ سے یہ فریضہ مؤکد ہو گیا ہے۔ کتابت وجوب کے لیے کنایہ ہے۔اس تعبیر میں بھی سہولت ہے، کیونکہ الزام، وجوب اور فرض کے الفاظ قدرے اور طرح کے ہیں۔اسی طرح الصیام المعرف بالالف واللام ہے، اور اِس سے رمضان کے روزوں کی طرف توجہ مبذول ہو رہی ہے۔ کُتِبَ عَلٰی کا اسلوب چند دیگر امور میں بھی استعمال ہوا ہے۔ قصاص کے بارے میں فرمایا: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ (البقرہ:178) ''تم پر قصاص لینا فرض کیا گیا ہے۔'' وصیت کے بارے میں فرمایا: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ﴾ (البقرہ:180) ''تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت کا وقت آ جائے تو اگر وہ کچھ مال چھوڑ جانا والا ہو تو ماں باپ اور رشتہ داروں کے لئے دستور کے مطابق وصیت کرائے۔ (اللہ سے) ڈرنے والوں پر یہ ایک حق ہے۔'' قتال کے بارے میں فرمایا: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ﴾ (البقرہ:216) ''تم پر (اللہ کے راستے میں) لڑنا فرض کیا گیا ہے۔'' نماز کے بارے میں فرمایا: ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ (النساء:103) ''بے شک نماز کا مومنوں پر اوقات (مقررہ) میں ادا کرنا فرض ہے۔'' روزوں کی فرضیت کے لیے کُتِبَ ماضی کا صیغہ آیا ہے۔ مضارع کا صیغہ استعمال نہیں ہوا ہے۔ ماضی کا یہ صیغہ دلالت کر رہا ہے کہ یہ پہلے سے ہی ایک طے شدہ امر چلا آ رہا ہے۔ اسی طرح کُتِبَ فعل مالم یسم فاعلہ ہے اور صاف بھی ظاہر ہے کہ رمضان کے روزوں کی فرضیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد ہو رہی ہے۔

﴿كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾

''جس طرح تم سے پہلے والوں پر فرض کیا گیا تھا۔''

روزہ اگرچہ اے مسلمانو، تمہارے لیے ایک نیا تجربہ ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک قدیم عمل ہے۔ یہ ایک مجرب عمل ہے، جسے تم سے پہلی امتیں بھی رکھتی رہی ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی ؒ ''تدبر قرآن'' میں لکھتے ہیں: ''اس بات کا حوالہ دینے سے عام طبیعتوں کی گھبراہٹ دور کرنا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔'' اس کا عموم پیش کر کے اس کے سہل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس میں وجہ شبہ/وجہ التشبیہ اور مماثلت وجوب کے حوالے سے ہے نہ کہ کیفیت کے حوالے سے، کیونکہ پہلی امتوں کے روزوں اور اس امت کے روزوں کی مقدار اور وقت میں فرق ہے۔

﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝﴾ (البقرہ:183)

''تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو۔''

لعل تعلیل کے حوالے سے مشہور ہے۔ یہ ترجی کے حوالے سے بھی استعمال ہوتا ہے۔ لعل تعلیل سے روزے کی حکمت بیان ہو رہی ہے۔ تقویٰ سے تمام فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اہل ایمان کے لیے ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ نہایت تشفی اور راحت کا باعث ہے، کیونکہ جس چیز کی حکمت و علت ظاہر ہو جائے اُس پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ یہاں روزے کی حکمت بیان ہوئی ہے کہ روزہ تقویٰ کا ذریعہ ہے۔ اسی کے بارے میں حدیث مبارکہ ہے ((الصوم جنة)) ''روزہ ڈھال ہے۔''

﴿اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ﴾

''گنتی کے چند دن۔''

یہ روزے کوئی عمر بھر یا پورا سال نہیں ہیں بلکہ گنتی کے چند دن ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحیؒ کے بقول ﴿اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ کے الفاظ بطور تالیف قلب وارد ہیں۔ ایام افعال کے وزن پر ہے جو قلت کے اوزان میں سے ہے اور معدودات بھی قلت کے لیے کنایہ ہے، کیونکہ جو چیز گنتی میں آئے وہ عموماً کم ہی ہوتی ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے الکثیر لا یُعد جو چیز کثرت میں ہو اس کو گنا نہیں جا سکتا۔

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾

''اس پر بھی تم میں سے جو کوئی مریض ہو یا سفر میں ہو تو

دوسرے دنوں میں تعداد پوری کرے۔"

اس میں مریض اور مسافر کو رخصت دی جا رہی ہے کہ وہ روزوں کو قضا کر لیں۔ مرض اور سفر کتنا ہو، اس کے بارے میں فقہاء نے تفاصیل تو دی ہیں جو ہمارے لیے یقیناً راہنمائی کا باعث ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص اپنے بارے میں خود سے ہی فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ فلاں مرض اور فلاں سفر میں روزہ کو مکمل کر سکتا ہے یا نہیں۔ یہ اُس کے اور اس کے رب کا معاملہ ہے۔ اگر وہ عام سفر اور معمولی بیماری کو بہانہ بنا کر روزہ نہیں رکھ رہا تو رمضان کی برکات سے محروم ہو رہا ہے۔ رمضان میں صرف روزہ ہی نہیں بلکہ نیکیوں کی ایک فضا پائی جاتی ہے۔ رحمتوں اور برکتوں کا ایک ماحول ہوتا ہے جس کو وہی محسوس کر سکتا ہے جو رمضان کی عظمت کو سمجھتا ہے۔

﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾

"اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں وہ روزہ کے بدلے میں مسکین کو کھانا کھلا دیں۔"

جو لوگ روزے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں ان کے لیے کم از کم ایک مسکین کو کھانا کھلانے کا فدیہ رکھا گیا ہے۔ فدیہ کا بدل طعام ہے۔ روزہ اگرچہ خالصتاً اللہ کے لیے ہے لیکن یہ فدیہ طے کر کے اُس کا رخ معاشرے کی طرف بھی موڑ دیا گیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ رمضان کے روزے پورے معاشرے کے لیے بہبود کا ذریعہ ہیں۔ ان میں قدم قدم پر کشش رکھی گئی ہے، تاکہ اہل ایمان اس عبادت سے مانوس ہو جائیں۔

﴿فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ﴾

"پھر جو کوئی خوشی سے نیکی کرے تو اس کے واسطے اچھا ہے۔"

جو مقررہ فدیہ سے زیادہ خرچ کرے گا وہ اس کے لیے بہتر ہوگا۔ "خیر" کا لفظ اپنے اندر بہت سی بھلائیاں رکھتا ہے۔ اس کو صرف اجر و ثواب تک محدود نہیں کرنا چاہیے۔

﴿وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○﴾

(البقرۃ: 184)

"اور یہ کہ تم روزہ رکھو، یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔"

اس میں غافل کے لیے انتباہ ہے کہ یہ روزہ تمہارے لیے ہر لحاظ سے مفید ہے۔ یہ خوبیوں اور بھلائیوں سے بھرپور ہے۔ اس میں روحانی و جسمانی ہر طرح کے فوائد ہیں۔ روحانی لحاظ سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور جسمانی لحاظ سے انسان امراض سے بچ جاتا ہے۔ اس کے معدے کے امراض ختم ہو جاتے ہیں، اور نوجوان ضبط کے عادی ہو جاتی ہیں۔ ﴿وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ ......﴾ میں التفات ہے، کیونکہ اس سے پہلے غائب کے صیغہ میں بات ہوئی اور زیر بحث جز میں حاضر کے صیغہ میں۔

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ﴾

"یہ رمضان کا مہینہ ہے، جس میں قرآن اُتارا گیا، لوگوں کی ہدایت بنا کر اور (جو حق و باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے۔"

رمضان کا مہینہ نزول قرآن کا مہینہ ہے۔ رمضان میں نزول قرآن کے ذکر سے روزہ کی عظمت کی طرف ارشارہ ہے، اور ایاما معدودت میں پایا جانے والا ابہام واضح ہو گیا کہ گنتی کے چند دنوں سے مراد رمضان کے روزے ہیں۔ ﴿وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى﴾ یعنی قرآن مجید رشد و ہدایت کا منبع و سرچشمہ ہے۔ اس جملے کا یہ بھی مفہوم ہے کہ توحید و رسالت کے سلسلے میں

پریس ریلیز

حافظ عاکف سعید

اسلام آباد میں ہم جنس پرستی کے شرمناک موضوع پر مباحثہ کا اعلان اسلام اور نظریہ پاکستان پر جارحانہ حملہ ہے

ابلیسی صیہونی و صلیبی قوتیں مسلم دنیا میں اس 'وبا' کو عام کر کے مسلمانوں کو پستی میں گرانا چاہتی ہیں

وفاقی دارالحکومت اسلام آباد کے ایک ایلیٹ سکول میں ہم جنس پرستی کے شرمناک موضوع پر مباحثہ کا اعلان اسلام اور نظریہ پاکستان پر جارحانہ حملہ ہے۔ حکومت اس غلیظ حرکت کا فوراً نوٹس لے اور اس کے ذمہ داروں اور سکول انتظامیہ کے خلاف سخت کارروائی کرے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے اپنے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ ابلیسی صیہونی و صلیبی قوتیں اپنے مذموم ایجنڈے کے تحت اس خلاف فطرت عمل کو مغرب میں قانونی تحفظ دلوانے کی کوششوں کے بعد (جس کی تازہ ترین مثال حال ہی میں ڈنمارک میں ہم جنس پرستوں کی شادی کو قانونی شکل دینا ہے) مسلم دنیا میں اس "وبا" کو عام کر کے مسلمانوں کو پستی میں گرانا چاہتی ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ کچھ عرصہ پہلے امریکی سفارتخانے میں ہم جنس پرستوں کا ایک اجتماع منعقد کیا گیا' جس پر ہمارے حکمرانوں نے مجرمانہ خاموشی اختیار کی۔ جس سے شہ پا کر اب ایک تعلیمی ادارے میں مباحثہ کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے یہ ملک اسلام کے لیے حاصل کیا تھا' مگر ہم نے 65 سال گزرنے کے باوجود اس میں اسلام نافذ نہ کیا' جس کی وجہ سے ہم دینی و دنیاوی دونوں اعتبار سے زبوں حالی کا شکار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم نے اب بھی یہاں اسلام نافذ نہ کیا اور اسلام کے خلاف اقدامات کا سلسلہ جاری رکھا تو خاکم بدہن یہ ملک اپنا جواز کھو بیٹھے گا۔ (پریس ریلیز: 11 جولائی 2012ء)

اگر امریکہ کی ہر دھمکی پر پسپائی اختیار کرنا ہماری طے شدہ پالیسی بن چکی ہے تو دفاع پر زر کثیر خرچ کرنے کا کوئی جواز نہیں

پاکستان کے دفاع واستحکام کا واحد راستہ نظریہ پاکستان کے مطابق ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ ہے

پاکستان کی سیاسی اور عسکری قیادت ایک بار پھر امریکی دھمکیوں کے سامنے ڈھیر ہو گئی۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر یہ سچ ہے کہ ہم نے نیٹو سپلائی اس لئے بحال کی کہ امریکہ کا ایٹمی بحری بیڑہ گوادر میں آ گیا تھا اور حقانی نیٹ ورک کو امریکی کانگرس دہشت گرد تنظیم قرار دینے والی تھی اور سعودی عرب نے ابو جندال کو بھارت کے حوالے کر دیا تھا تو پھر ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ ہم نے ایٹمی اثاثہ جات کا بوجھ کیوں اٹھایا ہوا ہے اور دفاع پر زرِ کثیر خرچ کرنے کا کیا جواز ہے۔ اس لئے کہ ہر دھمکی پر پسپائی اختیار کرنا ہماری طے شدہ پالیسی بن چکی ہے ایسے میں پاکستان کی کمزور معیشت پر دفاعی اخراجات کا بوجھ ڈالنے کی بجائے یہ رقم عوام کی بہبود اور اُنہیں ریلیف دینے کے لئے استعمال کی جائے۔ اُنہوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ نظریہ پاکستان سے انحراف کر کے ہم نے اللہ اور رسول کو ناراض کر لیا ہے ایسی صورت میں بہتری اور بھلائی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اُنہوں نے کہا کہ ابھی وقت ہے کہ نظریہ پاکستان کو عملی شکل دے کر پاکستان کو محفوظ اور مستحکم بنایا جا سکتا ہے۔ (پریس ریلیز: 13 جولائی 2012ء)

(جاری کردہ مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

قرآن مجید میں جو دلائل آئے ہیں وہ بہت ہی واضح ہیں۔ ان کا انکار ممکن نہیں ہے۔ ان کی تردید نہیں کی جاسکتی ہے۔ وہ ایسے دلائل ہیں جن سے سچ اور جھوٹ میں تمیز ہو جاتی ہے۔ ان سے اسلام اور کفر کے درمیان واضح خلیج پیدا ہوتی ہے۔

﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾

"جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو وہ اُس کے روزے رکھے۔"

مِنْكُمْ میں كُمْ ضمیر ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ کی طرف راجع ہے۔ یعنی اے اہل ایمان تم میں سے جو رمضان المبارک کو پائے اس کو چاہیے کہ وہ اس کے روزے رکھے۔ ہم بہت سے لوگوں کو جانتے ہیں جو گزشتہ رمضان میں تھے، لیکن موجودہ رمضان ان کو نصیب نہ ہوا اور ان کی مہلت عمر ختم ہوگئی۔ لہٰذا ہر رمضان کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس کے روزے رکھنے چاہئیں۔ کیا معلوم کہ ہم آئندہ ہوں گے یا نہیں۔

﴿وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾

"اور جو بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے۔"

اس میں مختلف آراء ہیں۔ آیا مریض اور مسافر کے لیے روزہ رکھنا افضل ہے یا افطار کرنا۔ بہر حال امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات کو دیکھیں تو اس میں آسانی کے پہلو کو پسند کیا گیا ہے۔ مریض اور مسافر کو روزے قضا کرنے کی رخصت کا ذکر پہلے بھی آ چکا ہے۔ علامہ سید محمد رشید رضا تفسیر المنار میں فرماتے ہیں کہ یہاں رخصت کا اعادہ رخصت کی تاکید میں اضافہ کا موجب ہے۔

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾

"اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے، تمہارے ساتھ سختی نہیں کرنا چاہتا۔"

یہ آسانی روزہ کے ذیل میں وارد ہو رہی ہے۔ اس میں بلاغت کی ایک نوع مقابلہ ہے۔ پہلے اثبات کے انداز سے یسر کی بات ہے، پھر نفی کے انداز سے عسر کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کلمات میں روزوں کے سلسلے میں جو آسانیاں ہیں ان سے فائدہ اُٹھانے کے لیے ترغیب و تشویق ہے۔

﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ﴾

"(اور اللہ چاہتا ہے) کہ تم تعداد پوری کرو۔"

اسلام رمضان کے روزوں کو پورا کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ روزہ میں سہولتیں اس لیے دی گئی ہیں تاکہ اہل ایمان رمضان کے روزے بعد میں پورے کر لیں جب سفر اور مرض سے نکل جائیں۔ ﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ﴾ اسلوب النشر علی اللف کی صورت ہے۔ یعنی رمضان کے روزوں کے سلسلے میں جو سہولتیں ہم نے تمہیں دی ہیں، وہ اس لیے کہ تم رمضان کے روزے رکھ سکو۔

﴿وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ﴾

"اور اللہ نے جو تمہیں ہدایت بخشی ہے تم اس کو بزرگی سے یاد کرو۔"

عبادت کا مقصد معبود کی کبریائی ہے۔ روزہ سے تکبیر رب کا تصور اُجاگر ہوتا ہے۔ آدمی اس بات کا خوگر ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔ پھر وہ ہر کام میں اس کی رضا چاہنے والا ہو جاتا ہے۔ تکبیر رب صرف عیدین کی تکبیرات، اذان میں نماز کے بعد اللہ اکبر کہنے تک محدود نہیں ہے بلکہ ہمیں اپنی سیاسی اور معاشرتی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی بات کو بڑا ماننا چاہیے۔ اس کا قانون پارلیمنٹ اور عدالت میں بالادست ہو۔ یہی چیز روزہ ہم میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔

﴿وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (البقرہ:185)

"اور تاکہ تم اس کے شکر گزار رہو۔"

روزے رکھنے کی استطاعت ہونا اللہ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے۔ اس نعمت کا شکر یہ اسی طور پر ادا ہوتا ہے کہ ہم رمضان کے روزے رکھیں۔ اللہ نے روزے میں سہولتیں اور آسانیاں بھی اسی لیے رکھی ہیں کہ رمضان کے روزے رکھ سکیں، جو کہ شکر بجا لانے کی ایک صورت ہے۔ تکبیر رب شکر کے اظہار کا بھی ایک ذریعہ ہے۔ شکر کا اظہار اس صورت میں بھی ہے کہ ہم رمضان میں خصوصاً اور باقی ایام میں عموماً صدقات دیں، تاکہ لوگوں کا معیار زندگی بہتر ہو۔ عید کے موقع پر صرف اچھے کپڑے پہن لینا ہی شکر کا اظہار نہیں ہے بلکہ زبانی طور پر اظہار کریں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں رمضان کے روزہ رکھنے کی سعادت بخشی ہے اور عملی رویہ بھی یہی ظاہر کر رہا ہو کہ ہم اللہ کی معصیت سے سال بھر بچیں گے۔ ان شاء اللہ

ان آیات کے اسلوب میں محبت، تسہیل اور آسانی ہے۔ ان میں تہدید اور وعید نہیں ہے۔ یہی چیز علم البیان اور بلاغت کے محاسن میں سے ہے۔ ان آیات کی تلاوت وفہم سے روزہ سے اجنبیت ختم ہو جاتی ہے۔ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو احتساب کے ساتھ بجا لانے سے عبد اور معبود کا انتہائی گہرا تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ روزے کے بیان میں اللہ تعالیٰ نے جو خوبصورت انداز اختیار کیا ہے، اس کا تقاضا ہے کہ ہم پورے ذوق وشوق سے رمضان کے روزے رکھیں، جس سے ہمیں بے شمار جسمانی و روحانی برکات حاصل ہوں گی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کا معجز نما اسلوب تو ایسا ہے کہ اس کو مکمل طور پر بیان کرنا ناممکن ہے۔

شیخ محمد عقیل صاحب کی رحلت

بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے دیرینہ ساتھی شیخ محمد عقیل صاحب گزشتہ روز طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی عمر تقریباً 95 برس تھی۔ وہ انجمن خدام القرآن لاہور کے ابتدائی دور کے محسنین میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ دین کے ساتھ والہانہ لگاؤ تھا۔ دعوت قرآنی کی نشر واشاعت اور اسلام کے فروغ میں انہوں نے دل کھول کر انفاق کیا۔ اِس انفاق کا ایک نمایاں مظہر ماڈل ٹاؤن لاہور میں قرآن اکیڈمی کا چھ کنال کا قطعہ اراضی جس پر اکیڈمی اور اُس کے شعبہ جات کے دفاتر، مسجد جامع القرآن اور فیملی رہائش گاہیں تعمیر کی گئی ہیں، اُنہی نے انجمن خدام القرآن کو خرید کر دیا تھا۔ مزید برآں قرآن کالج کے پراجیکٹ میں بھی انہوں نے بھرپور دلچسپی لی۔ وہ پچیس سال تک انجمن خدام القرآن کے ناظم مالیات رہے اور اپنی ذمہ داریاں بطریق احسن انجام دیتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب سے اُن کی محبت اور رفاقت کا رشتہ 35 برس سے زائد عرصے تک قائم رہا، تا آنکہ ڈاکٹر صاحب رحلت فرما گئے۔ ڈاکٹر صاحبؒ سے اُن کی عقیدت اور محبت کا یہ عالم تھا کہ اُن کی وفات پر اپنی شدید علالت کے باوجود تعزیت کے لیے اس حالت میں وھیل چیئر پر تشریف لائے کہ Urine Bag اُن کے ساتھ وہیل چیئر پر لٹکا ہوا تھا اور ڈاکٹر صاحب کا آخری دیدار کیا۔ شیخ عقیل صاحب کی نماز جنازہ 13 جولائی کو نماز جمعہ کے فوراً بعد جامع مسجد قرآن اکیڈمی میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی حسنات و دینی خدمات کو قبول فرمائے اور اُن کی سیئات سے درگزر فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین)

”دفاع پاکستان...... مگر کیسے؟“

ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی

تنظیم اسلامی حلقہ جات کراچی شمالی وجنوبی کے زیر اہتمام 16 جون 2012ء کو میریٹ ہوٹل کراچی میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید ﷾ کی زیر صدارت ایک خصوصی سیمینار ہوا۔ موضوع تھا: ”دفاع پاکستان...... مگر کیسے“۔ سیمینار سے مفتی منیب الرحمٰن (چیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی)، ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی (چیئرمین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک بینکنگ اینڈ فنانس، کراچی) اور انجینئر حافظ نوید احمد (امیر حلقہ کراچی جنوبی) نے خطاب کیا۔ اِس پروگرام میں ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی نے جو تقریر کی، اُسے بعد ازاں انہوں نے مرتب کر کے ندائے خلافت میں اشاعت کے لیے ارسال کیا، جسے ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔[ادارہ]

یہ ملک اور قوم کی بدقسمتی ہے کہ آزادی کے 64 برس گزرنے کے باوجود ہم اب تک دفاع پاکستان کی اصل اساس پر متحد نہ ہو سکے حالانکہ آئین پاکستان کی شق 2 میں کہا گیا ہے کہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہو گا اور شق 227 میں کہا گیا ہے کہ تمام قوانین کو قرآن اور سنت کے مطابق کر دیا جائے گا۔ وطن عزیز میں اب بھی درجنوں قوانین نہ صرف قرآن وسنت کے منافی ہیں بلکہ بہت سے نئے قوانین بھی قرآن وسنت کے منافی بنائے جا رہے ہیں اور بہت سے نئے اقدامات بھی قرآن سے متصادم اٹھائے جا رہے ہیں۔

وطن عزیز میں منافقت تیزی سے پروان چڑھ رہی ہے۔ قول وفعل میں واضح تضاد پایا جاتا ہے۔ ملک کے طاقتور طبقے دین کی محدود تعبیر سے تو متفق نظر آتے ہیں لیکن عملاً اسلام کی جامعیت کے مخالف ہیں کیونکہ اسلام کے مکمل نفاذ سے ان کے ناجائز مفادات پر ضرب پڑتی ہے۔ ملک میں مالیاتی وانٹلیکچوئل کرپشن تیزی سے بڑھتا رہا ہے۔ علماء، دینی ومذہبی جماعتوں اور تنظیموں نے معاشرے کی اصلاح کے لیے جو کلیدی اور قائدانہ کردار ادا کرنا تھا، وہ انہوں نے نہیں کیا اور عموماً وہ بھی زندگی کی جھوٹی قدروں کے پیچھے بھاگتے نظر آئے اور مادیت پرستی کا شکار ہو گئے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کا قیام قطعی بے معنی ہو کر رہ گیا ہے جبکہ وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کی شریعت اپیلٹ بینچ کی کارکردگی قطعی مایوس کن رہی ہے اور اسلامی نظامِ معیشت وبینکاری کے موثر طور سے نفاذ نہ ہونے اور ملکی قوانین کو شریعت کے تابع نہ بنانے کی ذمہ داری ان پر بھی عائد ہوتی ہے۔

اب سے چھ برس قبل ہم نے لکھا تھا کہ امریکہ آنے والے مہینوں میں افغانستان کے ضمن میں ایک نئی حکمت عملی پر مشاورت شروع کرے گا اور یہ تاریخ کا انتہائی نازک موڑ ہو گا اور پاکستان کی فوجی لیڈر شپ کا امتحان بھی (فوجی حکومت اور بعد میں سویلین حکومت دونوں بری طرح ناکام رہیں)۔ اس تحریر کے چار ماہ بعد پاکستان کے اسٹیٹ اور نان اسٹیٹ ایکٹرز کے تعاون سے امریکی کھیل شروع ہوا۔ مارچ 2007ء میں چیف جسٹس افتخار چودھری کو غیر فعال کرنے اور اس کے بعد کے متعلقہ اقدامات اور واقعات کے پیچھے گہری سازش اور بیرونی ہاتھ تھے۔ ان واقعات کو سازشی دماغ کی پیداوار قرار دینا سخت نادانی ہو گی۔ مثلاً:

(1) 2007ء میں لال مسجد آپریشن (2) این آر او کا اجراء جس میں جنرل کیانی کا اہم کردار تھا۔ چیف جسٹس سے استعفا طلب کرنے والوں میں بھی جنرل کیانی شامل تھے۔ (3) فوج کے سربراہ پرویز مشرف کا ملک میں ایمرجنسی کا نفاذ اور اعلیٰ عدلیہ کے ججوں کی برطرفی (4) احتجاج کلچر اور احتجاجی تحریکوں کا فروغ (5) بے نظیر کی ہلاکت (6) این آر او سے مستفید ہو کر اقتدار میں آنے والی حکومت کی چیف جسٹس کی بحالی میں دانستہ تاخیر (7) بحال ہونے کے خاصے عرصے بعد چیف جسٹس افتخار چودھری کی امریکی ایلچی ہالبروک سے ملاقات (8) گزشتہ ڈھائی برسوں میں بھی اعلیٰ عدلیہ کا اہم ترین مقدمات کو منطقی انجام تک نہ پہنچانا (وزیر اعظم گیلانی کے خلاف کارروائی 2012ء کے بجائے 2010ء میں ہی مکمل کی جانی چاہیے تھی (9) این آر او کو کالعدم قرار دینے کے ڈھائی برس بعد بھی ملک میں این آر او سیٹ اپ کے برقرار رہنے میں بھی اعلیٰ عدلیہ کا کردار ہے۔ (وکی لیکس کی ایک رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ این آر او کو کالعدم قرار دینے کے فیصلے سے قبل ہی حکومت پاکستان نے امریکہ کو مطلع کر دیا تھا کہ سپریم کورٹ کا فیصلہ کچھ بھی ہو، این آر او سیٹ اپ برقرار رہے گا۔ اب تک یقیناً ایسا ہی ہوا ہے۔)

1947ء سے 1971ء تک پاکستان میں طے شدہ حکمت عملی یہ تھی کہ مشرقی پاکستان کا دفاع مغربی پاکستان سے کیا جائے گا، حالانکہ یہ سوچ احمقانہ تھی۔ اب گزشتہ ساڑھے دس برسوں سے یہ سوچ اپنائی گئی ہے کہ اگر نام نہاد دہشت گردی کی جنگ میں امریکہ سے معاونت نہ کی جائے تو پاکستان کی سلامتی، معیشت اور جوہری اثاثوں کو زبردست خطرات لاحق ہو جائیں گے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ پاکستان کے خلاف بھارت کے جارحانہ عزائم برقرار رہیں مگر بھارت اب پاکستان پر حملہ کرنے کے بجائے امریکہ کے ساتھ مل کر پاکستان میں دہشت گردی کی وارداتیں کروا کر پاکستان کو غیر مستحکم کر رہا ہے۔ پاکستان کو اصل خطرہ اب اندرونی حالات سے ہے۔ چنانچہ دفاعی بجٹ کے حجم میں نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ دشمن پر ضرب لگانے کی قوت بڑھانے کے بجائے افواج پاکستان کے غیر پیداواری اخراجات بڑھ رہیں ہیں۔ سویلین معاملات میں فوج کا کردار بڑھنے سے مسلح افواج میں بھی کرپشن بڑھ رہا ہے۔ اب اس سوال پر غور کرنا ضروری ہے کہ آزمائش کی اس گھڑی میں کیا قوم افواج پاکستان کی پشت پر اسی طرح کھڑی ہو گی جس طرح 1965ء کی جنگ میں ہوئی تھی۔ اب وقت آ گیا ہے کہ فوج کے جوانوں کی خدمات بڑے ڈیم اور دوسرے تعمیراتی پروجیکٹ کے لیے حاصل کی جائیں اور وہیں سے انہیں تنخواہ دی جائے، تاکہ دفاعی بجٹ کم ہو۔

سوات میں ایک لڑکی کو کوڑے مارنے کے واقعہ کی میڈیا نے زبردست تشہیر کی۔ مگر جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ فلم جعلی تھی تو اس کی تشہیر نہیں کی گئی۔ اس ”واقعے“ سے پہلے پاکستان میں رائے عامہ فوجی آپریشن کی حامی نہیں تھی لیکن اس کی تشہیر کے بعد صورت حال بدل گئی۔ امریکہ نے یکم مئی 2009ء کو کہا کہ دو ہفتوں میں معلوم ہو جائے گا کہ پاکستان میں موجودہ حکومت برقرار رہتی ہے کہ نہیں اور 7 مئی 2009ء کو سوات میں فوجی آپریشن شروع کر دیا گیا۔ اسی طرح کیری لوگر ایکٹ پر اوباما کے دستخط ہونے کے چوبیس گھنٹے بعد جنوبی وزیرستان میں فوجی آپریشن کیا گیا جن کے تباہ کن اثرات قوم ابھی تک بھگت رہی ہے۔

صدر زرداری نے اقتدار میں آنے کے سترہ روز بعد 26 ستمبر 2008ء کو فرینڈز آف پاکستان کے ساتھ ایک سودا کیا تھا جسے ہم نے ایک جال قرار دیا تھا۔ گیلانی حکومت، ان کے معاشی مشیر اور وزراء نے قوم کے ساتھ ایک عظیم دھوکہ کیا اور متعدد بار کہا کہ پاکستان کو فرینڈز آف پاکستان سے رقوم ملیں گی مگر تاخیر ہو رہی ہے، اس لیے آئی ایم ایف سے قرضہ لیا جا رہا ہے۔ ہم تواتر سے کہتے رہے کہ ”فرینڈز“

نے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا ہے۔ آئی ایم ایف کے چنگل میں پاکستان کو پھنسوانے کی اس سازش پر ملک میں سیاسی قائدین، ممبران پارلیمنٹ، سول سوسائٹی اور میڈیا لب کشائی کرنے سے گریزاں ہے حالانکہ اس کے تباہ کن اثرات آنے والے برسوں میں بھی برقرار رہیں گے۔ پاکستان میں لوٹی ہوئی دولت کو قانونی تحفظ دینے کے لیے دو مالیاتی این آر اوز موجودہ حکومت کے دور میں آ چکے ہیں اور اب تیسرے کے لیے حکومت پر طول رہی ہے مگر قوم خاموش ہے۔

گزشتہ ساڑھے دس برسوں میں پاکستان کے دفاع پاکستان کی سالمیت اور پاکستان کی معیشت کو نقصان پہنچانے اور استعماری طاقتوں کے مفادات کو تقویت پہنچانے کی گہری اور مربوط سازشیں کی گئیں۔ نام نہاد دہشت گردی کی جنگ کے مذموم مقاصد کا ادراک رکھنے کے باوجود علماء اور مفتیان کرام یہ متفقہ اعلان نہ کر سکے کہ یہ جنگ اسلام اور پاکستان کے خلاف ہے اور جو ملک پاکستان پر ڈرون حملے کر رہا ہے اور پاکستان کی سرحدوں کی پامالی کر رہا ہے، اس کے ساتھ اس جنگ میں معاونت حرام ہے۔ اس کے بجائے اسلام کی تعلیمات کے بارے میں معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا گیا۔

پاکستان میں سودی بینکوں میں کھاتے نفع ونقصان میں شرکت کی بنیاد پر کھولے جا رہے ہیں مگر بینک اپنے منافع میں کھاتے داروں کو شریک نہیں کر رہے۔ 2001ء سے 2010ء تک بینکوں کے ڈپازٹس میں 268 فیصد، قرضوں میں 269 فیصد، اثاثوں میں 269 فیصد اور ٹیکس سے قبل منافع میں 9991 فیصد اضافہ ہوا۔ پاکستان میں اسلامی بینکاری کو سودی بینکاری کے نقش پا پر چلایا جا رہا ہے۔ سودی بینکوں کے مقابلے میں اسلامی بینکوں کا کردار زیادہ استحصالی ہے۔ اسٹیٹ بینک نے جون 2002ء میں سپریم کورٹ میں ایک حلفیہ بیان داخل کیا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ سپریم کورٹ کے ربا کیس میں 23 دسمبر 1999ء کے فیصلے پر اگر عمل درآمد کیا گیا تو اس سے معیشت کے استحکام اور پاکستان کی سلامتی کو خطرات لاحق ہو جائیں گے۔ اس کے بعد پی سی او ججز نے اپنے ہی بینچ کے 23 دسمبر 1999ء کے فیصلے کو کالعدم قرار دے کر مقدمہ وفاقی شرعی عدالت کو بھیج دیا جہاں گزشتہ دس برسوں سے مقدمے کی شنوائی شروع ہی نہیں ہوئی۔ اس طرح سودی نظام کو پاکستان میں دوام مل گیا ہے۔ پاکستان میں متوازی نظام بینکاری قائم ہے جو غیر اسلامی ہے۔ متوازی نظام بینکاری کی موجودگی میں اگر اسلامی بینک چاہیں بھی تو وہ سودی نظام کی ناانصافیوں کو ختم نہیں کر سکتے۔ پاکستان کی اعلیٰ عدالتیں آزادی کے تقریباً 65 برس بعد بھی یہ فیصلہ نہیں کر سکیں کہ آیا سود اسلام میں حرام ہے یا نہیں۔ جو قابلِ احترام علماء مروجہ نظام بینکاری کی حمایت میں پر جوش ہیں، حیران کن طور پر ان تمام معاملات میں مکمل خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ ان حالات میں عام آدمی ملک میں اسلامی نفاذ کے امکانات کے ضمن میں مایوسی کا شکار ہو گیا ہے۔

راقم نے وفاقی شرعی عدالت میں قرضوں کی معافی کے اسٹیٹ بینک کے سرکلر 29 کو غیر قانونی قرار دینے اور بینکوں کو پابند کرنے کہ وہ کھاتے داروں کو اپنے منافع میں شریک کریں ایک پٹیشن داخل کی تھی۔ عدالت کے نوٹس کے جواب میں اسٹیٹ بینک اور بیشتر بینکوں کے جوابات آ چکے ہیں مگر عدالت نے گزشتہ دو برسوں سے اس مقدمے میں تاریخ دینا ہی بند کر دی۔ سپریم کورٹ نے بھی متعدد بار وعدہ کرنے کے باوجود سرکلر 29 کے ضمن میں گزشتہ ڈھائی برسوں سے فیصلہ نہیں دیا حالانکہ یہ چند منٹ کا کام ہے۔ ان مقدمات میں فیصلے نہ آنے سے ملک میں بچتوں کی شرح گر رہی ہے اور قرضوں پر انحصار بڑھ رہا ہے جس سے قومی سلامتی کو سنگین خطرات لاحق ہوتے جا رہے ہیں۔

لمحہ فکریہ، حقائق اور گزارشات

1 دنیا میں کمیونزم ناکام ہو چکا ہے، جبکہ سرمایہ دارانہ نظام کو جھٹکے لگ رہے ہیں، مگر دنیا اسلامی نظامِ معیشت پر ایک متبادل نظام کی حیثیت سے غور کرنے کے لیے بھی تیار نہیں ہے۔

2 دنیا بھر میں اسلامی مالیاتی نظام کے تحت صرف تقریباً 1300 ارب ڈالر جمع ہیں جو عالمی مالیاتی نظام کے تحت حجم کا صرف ایک فیصد ہے حالانکہ عالم اسلام مادی وسائل کی دولت سے مالا مال ہے۔

3 صرف چند عرب ملکوں کے شہریوں اور حکومتوں کے مغربی ملکوں میں بینکوں میں کئی ہزار ارب ڈالر کی رقوم جمع ہیں۔ پاکستان کے مجموعی بیرونی قرضوں کے حجم سے کئی گنا زیادہ رقوم پاکستان میں مقیم شہریوں کی پاکستان سے باہر بینکوں میں جمع ہیں۔

4 پاکستان میں اسلامی بینکوں کے کھاتے داروں کی تعداد مجموعی کھاتے داروں کی تعداد کا صرف پانچ فیصد ہے یعنی 95 فیصد کھاتے دار سودی بینکوں میں کھاتے رکھتے ہیں۔ صرف ایک لاکھ کھاتے داروں کے سودی بینکوں میں تقریباً 2000 ارب روپے کے ڈپازٹس جمع ہیں جو کہ بینکوں کے مجموعی ڈپازٹس کا تقریباً 44 فیصد ہیں۔ گویا اگر 19 کروڑ کی آبادی میں صرف ایک لاکھ بینکوں کے کھاتے دار چاہیں تو وہ سودی بینکوں کو مجبور کر سکتے ہیں کہ وہ ان کے کھاتے اسلامی بینکاری کے تحت منتقل کر دیں۔

5 اگر صرف چند علماء جو مروجہ اسلامی بینکاری کی پشت پر ہیں یہ فتویٰ جاری کریں کہ متوازی نظام بینکاری حرام ہے اور اگر چھ ماہ کے اندر اس متوازی نظام کو ختم نہیں کیا گیا تو وہ مروجہ اسلامی بینکاری کی حمایت کرنا بند کر دیں گے تو ملک میں سودی بینکاری کا خاتمہ یقیناً ممکن ہے۔ اسٹیٹ بینک کے شریعہ بورڈ کو بھی یہ ذمہ داری قبول کرنا ہوگی۔

6 کچھ قابل احترام مفتیان کرام نے ایک متفقہ فتویٰ جاری کیا تھا کہ پاکستان میں مروجہ اسلامی نظام بینکاری حرام ہے۔ جو علماء اور مفتیان کرام مروجہ اسلامی بینکاری کی پشت پر ہیں وہ اس نظام میں شرعی اصولوں کے مطابق بنیادی نوعیت کی تبدیلی کریں، تاکہ نئے نظام کو تمام قابل ذکر علماء کی حمایت حاصل ہو۔ اسلامی بینکاری کی اساس مشارکہ اور مضاربہ پر قائم ہونی چاہیے اور اسلامی بینکوں کو اپنے منافع میں کھاتے داروں کو شریک کرنا ہوگا۔

7 علماء، مفتیان کرام اور دینی و مذہبی جماعتوں و تنظیموں کی جانب سے ایک متفقہ اعلامیہ جاری کیا جائے جس میں کہا جائے کہ جو ملک پاکستان پر ڈرون حملے کر رہا ہے، اس کے ساتھ اس جنگ میں معاونت قطعی حرام ہے۔

8 گزشتہ برسوں میں پاکستان کی معیشت کو جان بوجھ کر تباہ کیا گیا اور ملک کو بیرونی قرضوں کے شکنجے میں جکڑ کر اگلی نسل کے مستقبل کو بھی گروی رکھ دیا گیا ہے۔ امنڈتا ہوا طوفان پاکستان کی طرف بڑھ رہا ہے مگر قوم کو میمو گیٹ، مہران گیٹ، فیملی گیٹ اور منطقی انجام تک نہ پہنچائے جانے والے معاملات میں الجھا دیا گیا ہے۔ اس طرح وطن عزیز کا دفاع نہیں ہو سکتا۔

9 علماء مذہبی جماعتوں اور تنظیموں کو اسلامی ذہن رکھنے والے مختلف شعبوں کے ماہرین کے ساتھ رابطہ رکھنا اور بڑھانا ہوگا، تاکہ ایک دوسرے کے خیالات سے استفادہ کیا جا سکے اور موثر لائحہ عمل وضع کیا جا سکے۔

معاشرے کی اصلاح وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ (اسلامی نظام دولت پر زور دیا جانا چاہیے۔ تاکہ اختیارات اور وسائل کو اللہ کی امانت سمجھا جائے اور حرام میں تمیز ہو) قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنا، معیشت کو اسلامی خطوط پر استوار کرنا، نظام تعلیم کو اسلامی تعلیمات کے مطابق بنانا اور احتساب اور انصاف کے نظام کو بہتر کرنا ہوگا۔ ہمیں تمام مسائل کے حل کے لیے قرآن اور سنت سے رجوع کرنا ہوگا۔ ہمیں کام وہاں سے شروع کرنا ہو جہاں کچھ ابتدائی کام ہو چکا ہے یعنی (1) اسلامی زکوٰۃ کا نظام اور (2) اسلامی نظام بینکاری۔ زکوٰۃ کی رقم کے ایک حصے کو بینکوں کی مائیکرو فنانس اسکیم سے منسلک کرنا ہوگا جس سے غربت اور بے روزگاری میں انتہائی تیزی سے کمی ہوگی۔

لبرل نہیں، حقیقی اسلام دورِ حاضر کی ضرورت ہے۔ ہمیں نظامِ خلافت کے نفاذ کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے (اوریا مقبول جان)

نظام خلافت عدل وانصاف کا منبع، آسمانی ہدایت اور اعلیٰ اقدار پر مبنی نظام ہے جو ہر انسان کے دل کی آواز ہے (انجینئر مختار فاروقی)

نبی کریم ﷺ کی رحمت کا سب سے بڑا مظہر نظامِ خلافت ہے۔ خلافت اسلام کے نظام عدل اجتماعی اور نکتہ توحید کی عملی تفسیر ہے

ملک میں جاری ظلم وبددیانتی سمیت تمام مسائل کا حل قیام نظام خلافت میں ہے (حافظ عاکف سعید)

تحریک خلافت پاکستان کے زیر اہتمام یکم جولائی 2012ء کو منعقدہ

”احیائے نظام خلافت“ سیمینار

کی رُوداد

رپورٹ: وسیم احمد

تحریک خلافت پاکستان کے زیر اہتمام یکم جولائی 2012ء کو قرآن آڈیٹوریم نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں ”احیائے نظام خلافت“ سیمینار کا انعقاد کیا گیا، جس کی صدارت حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی وصدر تحریک خلافت) نے فرمائی۔ دیگر مقررین میں اوریا مقبول جان اور ناظم اعلیٰ تحریک خلافت انجینئر مختار فاروقی شامل تھے۔ پروگرام کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا۔ جس کی سعادت قاری مقبول احمد نے حاصل کی۔ جناب جعفر طیار نے نعت رسولؐ مقبول پیش کی جبکہ سید کلیم شاہ نے ترنم سے کلام اقبال سنایا۔

انجینئر مختار فاروقی نے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میرے خطاب کا عنوان اس سیمینار کے موضوع احیائے نظام خلافت کا تعارف ہے۔ میں اسی مناسبت سے چند گزارشات آپ کے گوش گزار کرنا چاہوں گا۔ اُنھوں نے حدیث رسولؐ کے حوالے سے کہا کہ ہر بچہ جو اس دنیا میں آتا ہے وہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے، یہ اس کے والدین اور اِردگرد کا ماحول ہوتا ہے جو اسے یہودی، نصرانی، پارسی یا ہندو بنادیتا ہے۔ بحیثیت مسلمان ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس کائنات کا خالق اور مالک اللہ ہے۔ اس نے ایک خاص مقصد کے تحت اس کائنات کو پیدا کیا اور انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ اُس نے ہماری راہنمائی کے لیے پیغمبر اور رسول بھیجے اور کتابیں اُتاریں۔ ہماری موجودہ زندگی عارضی ہے۔ مرنے کے بعد ہماری اَبدی زندگی کا آغاز ہوگا۔ اگر ہم نے عارضی زندگی میں اچھے اعمال کیے تو جنت میں جائیں گے اور اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی پر مبنی زندگی گزاری تو نارِ جہنم کے حقدار ہوں گے۔ اس وقت دنیا کی آبادی سات سو کروڑ سے متجاوز ہے۔ ہر پانچواں انسان مسلمان ہے۔ اس اعتبار سے 80 فی صد لوگ تو ویسے ہی کافر ہیں۔ بقیہ 20 فی صد مسلمانوں میں سے پاکستانی مسلمانوں کے بارے میں پوری دنیا میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ یہاں سب سے گاڑھا اسلام موجود ہے۔ لیکن ہم پاکستان والے جانتے ہیں کہ یہاں اسلام کا کیا حال ہے۔ لہٰذا باقی دنیا کے حوالے سے آپ قیاس کرلیں کہ وہاں اسلام کس حال میں ہوگا۔ بدقسمتی سے مسلمانوں کی اکثریت دین کی اصل تعلیمات سے بہت دور اور لبرل ازم کا شکار ہوچکی ہے۔ آج کی دنیا میں 90 تا 95 فیصد افراد کی عملی زندگی میں کوئی اقدار نہیں پائی جاتیں۔ اُنھوں نے کہا کہ آج سے ڈیڑھ دو سو سال پہلے نیکی کی بات پھیلانا خاصا دشوار تھا۔ امام بخاریؒ نے 250 ہجری میں صحیح بخاری مرتب کی جسے ہندوستان پہنچنے تک 250 سال لگ گئے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ہزار ہجری کے بعد اسے پڑھانا شروع کیا۔ غرضکہ پرانے زمانے میں دینی تعلیمات کو پھیلانا خاصا دشوار کام تھا۔ آج کل میڈیا کا دور ہے۔ یہاں کہی گئیں باتیں چند منٹوں میں پوری دنیا میں دیکھی اور سنی جاسکتی ہیں۔ مختار فاروقی صاحب نے نمرود اور فرعون کے ادوار کی مثالیں دے کر حاضرین کو بتایا کہ ان کے ہاں کوئی اخلاقی ضابطہ، اعلیٰ اخلاقی تعلیمات اور عوام کی بھلائی کا کوئی منصوبہ سرے سے موجود نہیں تھا۔ ان کے اقتدار اور اختیار کا واحد مقصد ایلیٹ کلاس کے مفادات کا تحفظ تھا۔ بے حیائی اور ظلم وزیادتی میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ اس کے برعکس دورِ خلافت راشدہ کے تو کیا کہنے، اس کے بعد آنے والے حکمران اگرچہ اُس معیار سے کم تر تھے، لیکن یورپی، چینی اور ہندوستانی حکمرانوں سے کہیں اعلیٰ اور اونچے اخلاق اور کردار کے مالک تھے۔ آج دنیا جس ظلم کی چکی میں پس رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آج دنیا وہ طبقہ پر حکمران ہے جس کے پاس اخلاق اور کردار نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اس وقت دنیا میں مغرب کی بالادستی قائم ہے، جس کی بنیاد ظلم اور جبر پر مبنی ہے۔ ہمیں دنیا میں جاری اس ظلم اور جبر کے خاتمے کے لیے اپنا تن من دھن لگانا ہوگا، اور ہر مسلمان کو احیائے نظام خلافت کے لیے کھڑے ہونا ہوگا۔ یہ نظام عدل وانصاف کا منبع، آسمانی ہدایت اور اعلیٰ اقدار پر مبنی ہے جو ہر انسان کے دل کی آواز ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم مغرب کی بے اُصولیوں، مظالم اور لبرل ازم کی خامیوں سے اپنی نوجوان نسل کو آگاہ کریں اور انہیں نظام خلافت کی برکات وثمرات سمجھائیں اور ان کے دلوں میں اُتاریں۔ ایک منظم جدوجہد کے ذریعے سب سے پہلے کسی ایک ملک میں نظام خلافت قائم کریں، پھر اس چراغ سے چراغ جلاتے ہوئے دوسرے سے تیسرے ملک میں اسلام کا عادلانہ نظام نافذ کریں۔ اسی میں ہماری بھلائی ہے۔

معروف دانشور اور کالم نگار اوریا مقبول جان نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ احیائے خلافت کے موضوع پر گفتگو کرنے کی جتنی آج ضرورت ہے دس پندرہ سال پہلے نہ تھی۔ اگر ہم نے بیس پچیس سال پہلے ان موضوعات پر گفتگو کی ہوتی تو قوم بہت پہلے بیدار ہوجاتی اور ہمیں اس وقت اس طرح کے سیمینار منعقد کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ بدقسمتی سے امت مسلمہ کے علماء گزشتہ چار سو برس سے فقہی مسائل میں بٹے ہوئے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو صرف فقہی اعتبار سے مسائل کا حل بتاتے ہیں۔ ہماری قوم اس وقت پائنچا نیچا ہے یا اوپر، ایک نشست میں دی گئی تین طلاقوں سے طلاق واقع ہوجاتی ہے یا نہیں اور بنک سے ملنے والا ”منافع“ سود ہے یا نہیں جیسے مسائل میں گھری ہوئی ہے۔ کوئی انھیں یہ بتانے کے لیے تیار نہیں کہ تمہیں پیسے بینک میں رکھنے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے۔ تمہارے گھر کے باہر ذرا سی گندگی کا ڈھیر پڑا ہو تو اس کے اُٹھوانے کے لیے دس دفعہ متعلقہ اداروں کو فون کرتے ہو لیکن تمہارے سامنے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ کرنے کے لیے بینک کی صورت میں اتنی بڑی

قرآن آڈیٹوریم لاہور میں احیائے خلافت سیمینار سے امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید، اوریا مقبول جان، انجینئر مختار فاروقی اور جناب عبدالرزاق خطاب کر رہے ہیں

دوکان کھلی ہوئی ہے۔ مگر تم اس سسٹم کے خلاف کھڑے نہیں ہوتے۔ تمہیں اپنے گھر کے سامنے پڑے ہوئے کوڑا کرکٹ کی بُو تو آتی ہے، لیکن خالق کائنات کے نظام کے مقابلے میں بغاوت پر مبنی شیطانی گلے سڑے نظام کی بدبو نہیں آتی۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت ہمیں فقہ نہیں، فکر کی ضرورت ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ نومنتخب مصری صدر محمد مُرسی کا فنڈامنٹلسٹ ہونے سے انکار کرنا ہی عالم کفر کی فتح ہے۔ آج محمد مُرسی، غنوشی اور ہمارے علمائے دین بنیاد پرست کہلوانے سے کتراتے ہیں جبکہ میرا اللہ یہ فرماتا ہے کہ تم کافروں پر شدت پسند ہو جاؤ۔ ہم عجیب وغریب مغالطے میں مبتلا ہیں۔ ہمارا خالق تو ہمیں شدت پسند بننے کی تلقین فرماتا ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم انتہا پسند نہیں ہیں۔ ہمیں دور حاضر میں لبرل نہیں، حقیقی اسلام کی ضرورت ہے۔

انھوں نے کہا کہ عالم کفر افراط وتفریط کے گورکھ دھندے کے ذریعے دنیا کو کنٹرول کر رہا ہے۔ مسلمانوں کو عصر حاضر کے علوم کا ادراک کر کے سود کا متبادل تلاش کرنا ہوگا۔ بدقسمتی سے ہماری معیشت کا تمام تر دارومدار سودی معیشت پر ہے۔ سودی معیشت کو اپنا کر ہم دنیا میں ترقی نہیں کر سکتے۔ امریکہ کے لیے تیل اور اسامہ بن لادن سے بڑا خطرہ درہم اور دینار ہے، کیونکہ مغربی مفکرین کا خیال ہے کہ مسلمانوں نے اگر اپنی بچت درہم اور دینار میں کرنا شروع کر دی تو ہمارا نظام معیشت خطرے میں پڑ جائے گا۔ اُنھوں نے کہا کہ آج کل جنگ اسلحے سے نہیں سود کے پیسے اور میڈیا سے لڑی جا رہی ہے۔ اس وقت دنیا بھر میں اسلامی بینکنگ کے 85 بڑے ماہرین میں سے 70 گورے ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اسلامی بینکنگ کو کدھر لے کر جائیں گے۔ اُنھوں نے ارشادِ ربانی ”تم ہی برتر ہو گے اگر تم مومن ہوئے“ کے حوالے سے کہا کہ آج اگر ہم دنیا میں برتر نہیں ہیں تو ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانکنا چاہیے۔ اس لیے کہ ہم اپنے مومن ہونے پر تو شک کر سکتے ہیں مگر کلام اللہ پر شک نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں اس وقت اس بابرکت نظام خلافت کے نفاذ کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے جس کا موجودہ جمہوریت اور ماڈرن سیکولرازم سے دور دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔ جان لیجئے کہ سسٹم کبھی بھی اکثریت نہیں بدلتی۔ آپ جمہوریت کی مثال لے لیں کہ یہ کیسے نافذ ہوئی۔ چند لارڈز نے ووٹنگ سسٹم متعارف کروایا۔ 1920ء میں اُنھوں نے عورتوں کو ووٹ کا حق دیا۔ 1973ء میں سوئٹزر لینڈ میں خواتین کو ووٹ کا حق ملا۔

انہوں نے کہا کہ ہمارا سسٹم عدل وانصاف پر مبنی ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں اس نظام کو نافذ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کا مقصد بعثت ہی یہ تھا کہ دین کو غالب فرمائیں۔ ﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ [التوبة:33] آپؐ کے امتی کی حیثیت سے اب یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ ہم نے اسے تحریک، غلبے اور قوت فیصلہ سے نافذ کرنا ہے۔ ہمارے پاس اس کے سوا کوئی اور راستہ نہیں۔

سیمینار کے سٹیج سیکرٹری اور سیکرٹری تحریک خلافت جناب عبدالرزاق صاحب نے تحریک خلافت پاکستان کے اغراض ومقاصد بیان کرتے ہوئے حاضرین کو بتایا کہ نبی کریم ﷺ کی واضح پیشینگوئیوں کے مطابق پورے کرۂ ارض پر نظام خلافت کے قیام کی راہ ہموار کرنا، نظام خلافت کی برکات سے پاکستان اور تمام دنیا کے مسلم و غیر مسلم افراد کو متعارف کرانا، رائج الوقت غیر فطری، ظالمانہ اور استحصالی نظاموں کی گمراہیوں اور خرابیوں سے لوگوں کو آگاہ کرنا، مسلمانانِ عالم میں دین کے تقاضوں کا شعور بیدار کرنا، ابتدائی مرحلے کے طور پر پاکستان کے عوام کو ایسا پلیٹ فارم مہیا کرنا جہاں سے مذہبی فرقہ واریت اور انتخابی سیاست سے بالاتر ہو کر نظام خلافت کے قیام کے لیے منظم جدوجہد کی ضرورت کا احساس پیدا کیا جا سکے، جیسے اعلیٰ ترین مقاصد تحریک خلافت پاکستان کے پیش نظر ہیں۔

پروگرام کے اختتام سے قبل امیر تنظیم اسلامی وصدر تحریک خلافت حافظ عاکف سعید نے خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ 3 مارچ 1924ء کو ادارہ خلافت کی تنسیخ کے بعد ہم اس نظام کو بھول ہی گئے جو نبی اکرم ﷺ ہمیں دے کر تشریف لے گئے تھے۔ یہ نظام دورنبوی اور دور خلافت راشدہ سے لے کر 3 مارچ 1924ء تک کسی نہ کسی شکل میں قائم رہا۔ بعض لوگوں کا یہ تصور کہ دور نبوت کے 30 سال بعد یہ نظام ختم ہو گیا تھا، بہت بڑی غلط فہمی اور جہالت پر مبنی ہے۔ ہاں یہ کہنا چاہیے کہ آئیڈیل صورت میں یہ نظام دورِ خلافت راشدہ میں ہی تھا، اس کے بعد اس میں کچھ نہ کچھ کمی اور نقائص کئی پہلوؤں سے آتے رہے ہیں۔ لیکن وہ عظیم عمارت مکمل طور پر زمین بوس نہیں ہوئی۔ ہمیں سابق امریکی صدر جارج بش کا شکر گزار ہونا چاہیے جس نے یہ کہہ کر کہ القاعدہ مراکش سے لے کر انڈونیشیا فار ایسٹ تک خلافت کا نظام قائم کرنا چاہتی ہے، مسلمانوں کو بھولا ہوا اصل ورثہ یعنی خلافت یاد کروا دیا۔

انہوں نے کہا کہ خلافت کا لفظ امت کے لیے وحدت کی ایک علامت ہے۔ یہ نظام نبی کریم ﷺ کی رحمت کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ ملک میں جاری ظلم وبددیانتی سمیت تمام مسائل کا حل قیام نظامِ خلافت میں ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ افغانستان میں جاری نام نہاد دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ نظام خلافت کا راستہ روکنے کے لیے ہے۔ یہود اور ان کے سرپرستوں نے خلافت کے تصور کو مسخ کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم نے حضور ﷺ کی رحمۃ للعالمینی پر مبنی نظام سے خود کو محروم کر رکھا ہے۔ ہمیں یہ احساس ہی نہیں ہے کہ ہم اس وقت کتنا بوسیدہ اور گلا سڑا نظام لے کر چل رہے ہیں۔ ہمارے ہاں آج بھی انگریز کے بنائے ہوئے جوڈیشنل پروسیجر لاز من و عن رائج ہیں۔ اسلام کے نظام عدل اجتماعی اور نکتہ توحید کی عملی تفسیر ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کی پیشین گوئیوں پر مبنی احادیث اور قرآنی آیات کے مطابق قیامت سے قبل کل روئے ارض پر نظامِ خلافت قائم ہو کر رہے گا۔ ہمیں چاہیے کہ سب سے پہلے اللہ کے دین کو خود اپنی ذات اور اپنے گھروں میں نافذ کریں اور پھر ملک میں نظام خلافت کے قیام کے لیے حزب اللہ بن کر رب کی دھرتی پر رب کا نظام قائم کریں۔ نمازِ ظہر سے کچھ وقت قبل اجتماعی دعا پر یہ فکر انگیز سیمینار اختتام پذیر ہوا۔

والئ یمن

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

فرقان دانش

حضرت معاذ بن جبل ؓ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ ؓ کا آبائی گھر مدینہ منورہ میں اس تاریخی مسجد کے قریب تھا جو مسجد ذوقبلتین کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت معاذ بن جبل ؓ نے اٹھارہ سال کی عمر میں مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیر ؓ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ بعد ازاں آپؓ نے ان کے ہمراہ مکہ پہنچ کر رسول اقدس ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی اور بہت جلد قرآن و حدیث میں دسترس حاصل کر لی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قرآن کا علم چار اشخاص سے حاصل کرو۔ (1) حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ (2) حضرت ابی بن کعب ؓ (3) معاذ بن جبل ؓ اور (4) سالم مولی ابی حذیفہ ؓ سے'' (بخاری)

حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں سب سے زیادہ رحم دل ابوبکر ؓ ہیں۔ اللہ کے دین میں سب سے زیادہ سخت عمر ؓ ہیں۔ سب سے زیادہ سچے اور حیا دار عثمان ؓ ہیں۔ حلال و حرام کو سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل ؓ ہیں۔ علم وراثت کے سب سے بڑھ کر ماہر زید بن ثابت ؓ ہیں اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ؓ ہیں۔'' (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ، طبقات ابن سعد)

حضرت معاذ بن جبل ؓ بڑے فراخ دل اور سخی تھے۔ آپؓ اپنے دوست احباب، عزیز و اقارب اور محتاج و مساکین پر خوب خرچ فرماتے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ اس فراخ دلی کی بدولت بہت زیادہ قرض ہو گئے۔ قرض خواہوں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ معاذ ہمارا قرض ادا نہیں کر رہے۔ رسول اکرم ﷺ نے پیغام بھیج کر حضرت معاذ ؓ کو اپنے پاس بلایا اور ان کی جائیداد قرض خواہوں میں تقسیم فرما دی۔ ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا کہ جو اپنا حصہ معاف کر دے اللہ اس پر رحم کرے گا۔ بعض نے یہ ارشاد سن کر اپنا قرض معاف کر دیا، تاہم کئی قرض خواہ اپنا حصہ وصول کرنے پر مصر رہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ ادائی فی الحال ممکن نہیں۔ یہ سب معاملہ دیکھ کر حضرت معاذ ؓ غمگین ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ''فکر نہ کرو، اللہ تعالیٰ جلد اس کی تلافی کر دے گا۔''

حضرت معاذ بن جبل ؓ نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے ہم عمر ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ میں ان گھروں میں جا کر بت توڑنے کا منصوبہ بنایا جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے۔ قبیلہ بنوسلمہ کے سردار عمرو بن جموح نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ ان کے گھر نہایت عمدہ لکڑی کا تراشا ہوا بت تھا جس کی وہ بہت تعظیم کرتے تھے۔ ایک رات چند نوجوان اور حضرت معاذ ؓ ان کے گھر میں داخل ہوئے اور بت کو اٹھا کر باہر گھر کے پیچھے گندگی کے ڈھیر میں پھینک دیا۔ عمرو بن جموح نے صبح تلاش کیا تو گندگی میں لت پت پایا اور صاف کیا۔ اگلے دن پھر ایسا ہی ہوا۔ عمرو بن جموح نے دوبارہ بت کو صاف کر کے رکھا اور پاس تلوار رکھ دی، تاکہ یہ بت اپنی حفاظت کر سکے۔ جب رات ہوئی تو معاذ بن جبل ؓ اور ان کے ساتھیوں نے بت کو اٹھایا۔ تلوار ایک مردہ کتے کی گردن کے ساتھ باندھ کر کتے اور بت کو گندگی کے گڑھے میں پھینک دیا۔ صبح یہ منظر دیکھ کر عمرو بن جموح کے منہ سے نکلا: ''اگر تو الٰہ ہوتا تو تیرا یہ حال نہ ہوتا۔'' اس کے بعد عمرو بن جموح نے اسلام قبول کر لیا۔

رسول اقدس ﷺ نے ایک موقع پر حضرت معاذ بن جبل ؓ کو درج ذیل دس باتوں کی وصیت فرمائی۔ (1) شرک نہ کرنا، خواہ کوئی تجھے قتل کر دے یا جلا دے (2) والدین کو دکھ نہ دینا (3) فرض نماز کبھی ترک نہ کرنا کیونکہ جو شخص قصداً نماز چھوڑتا ہے اللہ اس کی ذمہ داری سے بری ہو جاتا ہے۔ (4) شراب نہ پینا کیونکہ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ (5) گناہ میں مبتلا نہ ہونا کیونکہ گناہ میں مبتلا ہونے والے پر اللہ کا غصہ حلال ہو جاتا ہے (6) لڑائی سے پیٹھ پھیر کر نہ بھاگنا۔ (7) کسی علاقے میں بیماری کی وبا پھوٹ پڑے تو ثابت قدم رہنا (8) اولاد کے ساتھ اچھا سلوک کرنا (9) اولاد کو ادب سکھانا (10) اولاد کے دلوں میں اللہ کا خوف پیدا کرنا (مسند احمد)

حضرت عروہ بن زبیر ؓ بیان فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ جب غزوۂ حنین کے لیے روانہ ہوئے تو پیچھے معاذ بن جبل ؓ کو مکہ معظمہ میں قرآن حکیم کی تعلیم کے لیے مامور فرمایا۔ (مستدرک حاکم)

عاصم بن حمید سکونی بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اقدس ﷺ نے معاذ ؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو الوداع کرنے کے لیے آپ بھی کچھ دور تک تشریف لے گئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''معاذ ؓ ہو سکتا ہے کہ جب تم واپس آؤ تو مجھے نہ مل سکو۔'' یہ سن کر آپؓ رونے لگے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''معاذ ؓ روؤ نہیں کیونکہ یونہی آنسو بہانا شیطانی عمل ہے۔'' (مسند احمد)

ایک دوسری روایت کے مطابق یمن روانگی کے وقت نبی اکرم ﷺ نے معاذ ؓ سے دریافت کیا کہ ''اگر تجھے کوئی فیصلہ کرنا پڑے تو کس طرح کرو گے؟'' (حضرت معاذ ؓ فرماتے ہیں، میں نے) عرض کیا کہ ''پہلے قرآن حکیم کے مطابق فیصلہ دوں گا۔ اگر وہاں سے کوئی دلیل نہ ملی تو آپؐ کے فرمان کے مطابق فیصلہ دوں گا۔ اگر وہاں سے بھی کوئی دلیل میرے علم میں نہ آئی تو میں از خود اجتہاد کرتے ہوئے فیصلہ کروں گا اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں برتوں گا۔'' یہ سن کر نبی اکرم ﷺ نے انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا اور حضرت معاذ ؓ کے سینے کو تھپکی دی۔ (مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی)

اسی موقع پر نبی اکرم ﷺ نے انہیں یمن میں بیت المال کے روپیہ سے قرض لے کر تجارت کی اجازت دی اور برکت کی دعا بھی دی، کیونکہ ان کی جائیداد قرض خواہوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ حضرت معاذ ؓ

یمن میں گورنر کی حیثیت سے دو برس مقیم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خوشحالی عطا کی۔ قیام یمن کے دوران میں رسول اقدس ﷺ دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔

یمن میں آپؓ ایک شخص سے مویشیوں کی زکوٰۃ وصول فرما رہے تھے۔ اس شخص کے پاس تیس سے کم گائیں تھیں۔ آپؓ نے فرمایا: مجھے دربار رسالتؐ سے ہدایت ہے کہ تیس گایوں پر ایک بچھڑا زکوٰۃ وصول کرنا ہے لہٰذا جب تک دربار رسالت سے دریافت نہ کرلوں کچھ وصول نہیں کروں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاذؓ نے گورنر کی حیثیت سے رعایا کے ساتھ عدل کا معاملہ فرمایا۔

11 ہجری کو حضرت معاذؓ اپنی مرضی سے مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ پہلے خلیفہ مسند خلافت پر جلوہ نشین تھے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس مال کی فراوانی دیکھ کر حضرت عمر بن خطابؓ نے ان سے سارا مال قومی خزانے میں جمع کرانے کو کہا۔ انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے بطور خاص تجارت کی اجازت دی تھی اور یہ سارا مال اس تجارت کے نتیجے میں مجھے میسر آیا ہے، لہٰذا اسے اپنے پاس رکھنے کا مجھے شرعی حق حاصل ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس حوالے سے حضرت ابوبکرؓ سے بات کی تو آپؓ نے فرمایا کہ یہ بات میرے علم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف انہیں تجارت کی اجازت دی تھی بلکہ ان کے لیے برکت کی دعا بھی کی، لہٰذا انہیں اس مال سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔

اسی رات حضرت معاذ بن جبلؓ نے خواب دیکھا کہ میں پانی میں غرق ہو رہا ہوں۔ خواب کی تعبیر یہی سمجھ آئی کہ یہ مال کہیں میرے لیے وبال نہ ہو۔ لہٰذا حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا مال خزانے میں جمع کرانے کی پیشکش کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے یہ منظر دیکھ کر ارشاد فرمایا: ”اب یہ مال آپؓ کے لیے جائز ہے۔“

حضرت معاذؓ کے پاس کچھ غلام بھی تھے۔ ایک روز آپؓ نے دیکھا کہ یہ سب غلام نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت معاذؓ نے پوچھا تم کس لیے نماز پڑھ رہے ہو۔ سب نے کہا ہم خالصتاً اللہ کی رضا کے لیے نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا، جاؤ تم سب اللہ کے لیے آزاد ہو۔

شام میں جب طاعون کی بیماری پھیلی تو آپؓ کے علم میں آیا کہ نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی ہے کہ بیماری رب کی رحمت ہے۔ چنانچہ حضرت معاذؓ نے اس پر دعا کی ”الٰہی! یہ آلِ معاذ کے نصیب میں کرنا۔“ حضرت معاذؓ کی دو بیٹیاں اسی بیماری کی لپیٹ میں آ کر فوت ہوئیں۔ خود حضرت معاذؓ کی ہتھیلی پر جب بیماری کی علامت ظاہر ہوئی تو انہوں نے کہا۔ ”مجھے یہ سرخ اونٹ سے بھی زیادہ قیمتی دکھائی دیتی ہے۔“ جب آپؓ کی موت کا وقت قریب آیا تو سرگوشی کے انداز میں موت کو خوش آمدید کہنے لگے اور مناجات کرتے جاتے، الٰہی پہلے میں تجھ سے ڈرا کرتا تھا اور آج میں تجھ سے امید رکھتا ہوں۔ اسی حالت میں پاکیزہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے پہلے حضرت معاذؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا: ”اگر معاذ بن جبلؓ زندہ ہوتا تو میں اسے خلیفہ نامزد کرتا کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے سنا کہ معاذؓ قیامت کے دن علماء کا امام ہوگا۔“

نیٹو سپلائی کی بحالی: دین وملک سے غداری

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی: ایوب بیگ مرزا، مولانا عبدالرؤف فاروقی / میزبان: وسیم احمد

سوال : ہماری سیاسی اور عسکری قیادت کو آخر ایسی کیا مجبوری پیش آ گئی تھی کہ جس کی وجہ سے انھوں نے نیٹو سپلائی بحال کر دی ہے؟

ایوب بیگ مرزا : ہماری قیادتوں کی مجبوریوں کی ایک طویل داستان ہے۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد پاک امریکہ تعلقات پروان چڑھنا شروع ہو گئے تھے۔ ہمارے امریکہ سے تعلقات کی سب سے بڑی وجہ مشرق کی ایک سپر طاقت سوویت یونین تھی، جو خدا کو نہ ماننے والی (دہریت پرمبنی) ایک سپر طاقت تھی۔ پاکستان چونکہ ایک مسلم ریاست کے طور پر معرضِ وجود میں آیا تھا، لہٰذا اُس وقت کی سیاسی قیادت کا یہ ایک مدبرانہ فیصلہ تھا کہ خدا کو نہ ماننے والی سپر طاقت روس کی بجائے اُس سپر طاقت کی جانب رجوع کیا جائے جو مسلمان تو نہ تھی لیکن خدا کو مانتی تھی، انبیاء اور الہامی ادیان پر یقین رکھتی تھی۔ اس حوالے سے پاک امریکہ تعلق کی ایک بڑی واضح وجہ نظر آتی ہے۔ لیکن آگے چل کر ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تعلق برابری کی سطح اور دوستی کی بجائے ایک آقا اور غلام کا تعلق بن گیا۔ قائداعظم سے لے کر چودھری محمد علی تک ہمارا امریکہ کے ساتھ معاملہ کسی حد تک درست رہا۔ جب محمد علی بوگرہ کو جو امریکہ میں پاکستان کے ایک سفیر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے تھے، زبردستی سفارت کے عہدے سے اُٹھا کر پاکستان میں وزیراعظم تعینات کر دیا گیا، تب سے امریکہ کے ساتھ ہماری وفاداریوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جب 9/11 کا واقعہ رونما ہوا تو حالات نے ایسا رُخ بدلا کہ پاکستان کے ایک کمانڈو صدر نے تو پاکستان کو امریکی کالونی میں تبدیل کر کے رکھ دیا۔ شروع میں پرویز مشرف کے اقدامات کے حوالے سے عام تاثر یہی تھا کہ شاید یہ ڈپلومیسی کا حصہ ہے، مگر بعد کے حالات نے یہ ثابت کر دکھایا کہ امریکی وفاداری میں پرویز مشرف تمام حدوں کو عبور کر گئے۔ وہ امریکی وفاداری میں اتنے آگے نکل گیا کہ مشاورت کے لیے فوجی قیادت کو بھی کسی خاطر میں نہ لاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک غاصب کی حیثیت سے برسر اقتدار آیا تھا۔ اُسے اپنی حمایت کے لیے ایک طاقتور بیرونی مدد کی ضرورت تھی۔ لہٰذا اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لیے اُس نے 9/11 کے واقعہ پر امریکی حمایت حاصل کرنے کی غرض سے امریکہ کی جانب سے پیش کئے گئے ساتوں مطالبات کو بے چوں وچراں تسلیم کر لیا۔ موجودہ حکومت بھی پرویز کی پالیسی پر چل رہی ہے، کیونکہ امریکی مفادات کے تحفظ ہی سے حکومت کو نہ صرف امریکی ڈالر ملتے ہیں بلکہ اقتدار بھی محفوظ رہتا ہے۔ لہٰذا نیٹو سپلائی کی بحالی کا اصل مقصد آنے والے الیکشن میں امریکی معاونت اور سرپرستی کا حصول ہے۔ موجودہ حکومت کی جانب سے ملکی مفادات کو پس پشت ڈال کر جن شرائط پر نیٹو سپلائی کو کھولا گیا ہے، ہمارے عوام اُن شرائط سے تاحال نابلد ہیں کہ وہ شرائط آخر ہیں کیا؟۔ اس تمام صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے یہی محسوس ہوتا ہے کہ درحقیقت حکومت کا اصل مقصد اپنے اقتدار اور کرسی کو بچانا اور دوام بخشنا ہے۔

سوال : سلالہ چیک پوسٹ پر امریکی حملہ میں ہمارے 28 فوجی جوانوں کی شہادت کے بعد ہم نے نیٹو سپلائی بند کر دی تھی۔ لیکن اُس بندش کے دوران بھی امریکہ نے ڈرون حملے نہیں روکے، بلکہ پہلے کے مقابلے میں ڈرون حملوں کی تعداد اور زیادہ ہو گئی۔ جس سے بے گناہ لوگوں کی کافی ہلاکتیں ہوئی ہیں۔ پھر یہ اسی نیٹو سپلائی کے ثمرات ہیں کہ اب افغان تخریب کار سرحد پار سے آ کر ہماری سرحدی چوکیوں پر حملے کر رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں فوجی اور عام شہری کافی تعداد میں شہید ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں ہماری حکومت کے پاس نیٹو سپلائی بحال کرنے کا کیا جواز تھا؟

عبدالرؤف فاروقی : جہاں تک نیٹو سپلائی کی بحالی کا معاملہ ہے تو میرے خیال میں اس کی بحالی کا کوئی جواز نہیں ہے، خواہ ڈرون حملے بند بھی کر دیئے جائیں یا پاکستان سے معافی ہی کیوں نہ مانگ لی جائے۔ یہ اور بات ہے کہ صحیح معنوں میں ہم سے معافی مانگی بھی نہیں گئی بلکہ امریکہ کی پاکستان سے اس معاملے میں باقاعدہ کوئی گفتگو بھی نہیں ہوئی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ نیٹو سپلائی کی بحالی کے حوالے سے پارلیمنٹ کے تمام مطالبات کے باوجود نیٹو سپلائی کو بحال نہیں ہونا چاہیے تھا، کیونکہ نیٹو افواج افغانستان میں اسلامی شرعی حکومت کو جو خلافت کے قریب ترین تصور کی جاتی تھی ختم کرنے کے لیے آئی تھیں۔ اور جب سے نیٹو نے اِس خطے میں اپنے منحوس قدم رکھے ہیں، تب سے یہ پورا خطہ عدم استحکام کا شکار ہے۔ افغان قوم انسانی تاریخ میں غیرت وحمیت کا نشان سمجھی جاتی ہے۔ پھر یہ کہ اُن میں سے بھی طالبان نے پانچ سالوں میں افغانستان میں نظام انصاف اور بہتر انتظامیہ کے حوالے سے جو اہم کردار ادا کیا تھا، اُس پر پوری مسلم امت کی طرف سے انہیں خراجِ تحسین پیش کیا جا رہا تھا۔ لہٰذا امریکہ یہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ خلافت کے ثمرات پوری دنیا کے سامنے آشکار ہوں۔ یوں اُس نے اُسامہ کا بہانہ بنا کر افغانستان پر حملہ کر دیا۔ درحقیقت نیٹو افواج نہ تو اسامہ کو پکڑنے افغانستان آئی تھیں اور نہ افغانستان کے پہاڑوں سے اُن کا معدنیات کے حصول ہی کا کوئی ارادہ تھا۔ پچھلے دنوں میں 18 جون سے 23 جون تک کابل میں ایک بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کے لیے گیا ہوا تھا۔ اس دوران میں میں نے یہ محسوس کیا کہ افغان حکومت امریکہ و نیٹو افواج اور افغانستان کی کمیونسٹ قیادت (شمالی اتحاد) کے شکنجے میں جکڑی ہوئی ہے۔ نیٹو سپلائی کو ہرگز بحال نہیں ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ افغانستان پر امریکہ کا حملہ درحقیقت امت مسلمہ پر حملہ ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں پیش کیے گئے مطالبات کو پس پشت ڈال کر نیٹو سپلائی کو بحال کرنا درحقیقت پارلیمنٹ کی توہین ہے۔ ہماری پارلیمنٹ نے جو جمہوری ادارہ ہے امریکہ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ نہ صرف پاکستان سے معافی مانگے بلکہ ڈرون حملے جلد از جلد بند کر دے۔ مگر ان مطالبات کو درخورِ اعتنا نہ جانا گیا۔ چنانچہ نہ تو ڈرون حملے بند ہوئے اور نہ باقاعدہ ریاستی سطح پر امریکہ کی جانب سے پاکستان سے کسی قسم کی معافی ہی مانگی گئی۔ اس کے باوجود نیٹو سپلائی کو بحال کر دیا گیا ہے۔ اس موقع پر میں یہ کہوں گا کہ پارلیمنٹ

کے ممبران میں اگر کچھ بھی غیرت باقی ہوتی تو اُنھیں نیٹو سپلائی پر فوراً استعفا دے دینا چاہیے تھا۔ اپنے ضمیر، ملک و قوم کو دشمن کے ہاتھوں فروخت کر دینا، ایک ایٹمی اسلامی ملک ہونے کے باوجود ملک کی عزت و وقار کو داؤ پر لگا دینا اور اپنے ہمسایہ مسلمان ملک میں قتل و غارت گری کے لیے دشمنوں کو راستہ دے دینا صریحاً ظلم ہے۔ میری نظر میں اس سے بڑھ کر اور ظلم اور کوئی نہیں سکتا۔

> امریکہ نیٹو سپلائی کی آڑ میں اسلحہ افغانستان لے جانے کی بجائے
>
> اونٹوں، گھوڑوں اور خچروں کے ذریعے بلوچستان بھیج رہا ہے

سوال: نیٹو سپلائی کی بحالی کے حوالے سے ترک وزیر خارجہ کی جانب سے پاکستان کو خیر مقدمی پیغام موصول ہوا ہے۔ ترکی جو ہمارا برادر اسلامی ملک ہے اور جہاں مسلم خلافت کا خاتمہ ہوا تھا، اس کی جانب سے اس قسم کے بیان پر آپ کیا کہنا چاہیں گے؟

ایوب بیگ مرزا: جہاں تک ترکی کا معاملہ ہے وہاں اگرچہ ایک اسلام پسند حکومت قائم ہے لیکن اس کے باوجود نیٹو افواج میں ترکی بھی شامل ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ترکی کی جانب سے نہ صرف یہ بیان دیا گیا ہے بلکہ ترک وزیر اعظم طیب اردگان نے نیٹو سپلائی کی بحالی کے حوالے سے پاکستان کا دورہ بھی کیا تھا۔ یعنی مسلمان حکمران اللہ تعالیٰ کی بجائے امریکہ پر بھروسا کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ایک سپر طاقت ہے اور اگر ہم نے سپر طاقت امریکہ کی مخالفت کی تو نہ صرف ہماری معیشت تباہ ہو جائے گی بلکہ ہماری حکومت کا بھی دھڑم تختہ ہو جائے گا۔ اگرچہ ترکی کے حوالے سے ہمیں مثبت خبریں بھی موصول ہوئی ہیں، لیکن نیٹو کے حوالے سے اُس کا کردار انتہائی منفی نظر آتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ترکی میں ایک اچھی انتظامی حکومت ہے۔ اچھی انتظامیہ اگر ایک غیر مسلم ملک میں بھی ہو تو وہ بھی اچھے نتائج حاصل کر سکتا ہے۔ مگر اسلامی حکومت کے حوالے سے ترکی میں کسی بھی قسم کا اسلامی رنگ نظر نہیں آتا ہے۔ چنانچہ ترکی میں چوری پر نہ قطع ید کی سزا ہے اور نہ وہاں سود ہی کا خاتمہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح شراب وغیرہ پر بھی اسلامی حد قائم نہیں ہوئی۔

سوال: پاکستان نے نیٹو سپلائی بحال کرنے پر امریکہ سے ٹرانزٹ فیس نہ لینے کا اعلان کیا ہے، لیکن اس پر ایک شرط لگائی ہے کہ نیٹو سپلائی میں مہلک ہتھیار لے جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ آپ کے خیال میں کیا یہ شرط پاکستان کے مفاد میں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ بڑی مضحکہ خیز بات ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا امریکہ آپ کو یہ اجازت دے گا کہ آپ اُس کے کنٹینر کھول کھول کر دیکھیں کہ آیا اُس میں کھانے پینے کا سامان ہے یا پھر میزائل وغیرہ موجود ہیں۔ یہ صرف اور صرف اپنے عوام کو دھوکا دینے کے مترادف ہے آپ صرف اس بات سے ہی اپنی پوزیشن کا اندازہ لگا لیجیے کہ پاکستان کے جن ہوائی اڈوں پر امریکہ کا قبضہ تھا وہاں پر پاک فوج کا اعلیٰ ترین افسر بھی نہیں جا سکتا تھا، پھر یہ بات کیسے ہو سکتی ہے کہ نیٹو کنٹینروں میں مہلک اسلحہ افغانستان نہ جائے گا۔ یہ قوم کے ساتھ مذاق ہے۔

سوال: طالبان نے نیٹو سپلائی لائن کو نشانہ بنانے کی دھمکی دی ہے۔ کہیں اس اقدام سے ملک میں خانہ جنگی کا آغاز تو نہیں ہو جائے گا؟

عبدالرؤف فاروقی: امریکہ اور نیٹو خانہ جنگی تو پاکستان میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اب جبکہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے افغانستان سے واپسی کی تاریخ دے دی ہے، وہاں اسلحہ کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تو اپنا سامان لپیٹنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ امریکہ کا وہ اسلحہ جو ہماری بندرگاہ پر رکھا ہوا ہے، وہ اسے کہاں لے جانا چاہتے ہیں۔ یہ بات میں حقائق کی بنیاد پر آپ سے کہہ رہا ہوں کہ درحقیقت وہ اس اسلحہ کو ہمارے ملک کی تین بڑی قوتوں کے درمیان تقسیم کر کے جلد از جلد ملک میں خانہ جنگی کے حالات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ میری افغانستان میں بڑے رہنماؤں سے ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ جس کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ بلوچ سردار اور وہاں کے دوسرے مخصوص افراد جو علیحدگی پر اصرار کیے ہوئے ہیں، امریکہ یہ چاہتا ہے کہ انھیں یہ اسلحہ دیا جائے۔ ہمارے ملک میں کراچی سمیت جن دوسرے مقامات پر لسانی بنیادوں پر فسادات ہو رہے ہیں، امریکہ چاہتا ہے کہ یہ اسلحہ وہاں تقسیم کیا جائے۔ تیسرے افغانستان سے جو اسلحہ امریکہ بھیجا جانا تھا وہ بھی امریکہ واپس جانے کی بجائے دہشت گردی کے حوالے سے ہمارے ملک میں تقسیم کیا جائے۔ سیٹلائٹ کے ذریعے دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ نیٹو سپلائی کی آڑ میں امریکی اسلحہ افغانستان جانے کی بجائے اونٹوں، گھوڑوں اور خچروں کے ذریعہ بلوچستان بھیجا جا رہا ہے۔ اور انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ سارا خونی کھیل ہماری حکومت اور فوج کی ناک تلے کھیلا جا رہا ہے۔ اسی طرح ہمارے ملک میں مذہبی لحاظ سے جو فضا موجود ہے، اُس میں کشیدگی لا کر اور اُسے مسلکی لڑائی کا رنگ دے کر خانہ جنگی کی صورت حال پیدا کرنے کی کوشش بھی کی جا رہی ہے۔ دفاع پاکستان کونسل کا ایجنڈا پاکستان کے استحکام کے حوالے سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ پاکستان کے تحفظ اور دفاع کے لیے اور اس ملک کو خون ریزی اور خانہ جنگی سے بچانے کے لیے نیٹو سپلائی کسی صورت بھی بحال نہیں ہونی چاہیے تھی۔ یہ سپلائی بحال کر کے حکومت کی جانب سے ملکی دشمنی کا کھلم کھلا ثبوت پیش کیا گیا ہے۔ اب ہم قانون اور آئین کے دائرے میں رہتے ہوئے سڑکوں پر نہ صرف نکلیں گے بلکہ نیٹو سپلائی کے راستوں پر دھرنا بھی دیں گے۔ ہمیں چاہے کوئی کچل کر نکل جائے ہم اپنی جانیں اس ملک کے لیے پیش کریں گے، لیکن ہم حملہ آور نہیں بنیں گے، لہٰذا پہلے مرحلے میں ہم لانگ مارچ قومی بیداری کے لیے کریں گے۔ اب جہاں تک افغانستان کے طالبان کا تعلق ہے کہ وہ اس سلسلے میں نیٹو کے خلاف کیا اقدام کرتے ہیں تو وہ طالبان کا اپنا ایجنڈا ہوگا۔ دفاع پاکستان کونسل کا ایجنڈا یہ ہے کہ ہم کسی پر گولی نہیں چلائیں گے۔ مجھے اُمید ہے کہ ان شاء اللہ ہماری قوم اس ایثار و قربانی کے ایجنڈے پر ہمارا بھرپور ساتھ دے گی۔ جس کے بعد یہ سفر جمہوریت سے جمہوریت کی بجائے، جمہوریت سے خلافت کی جانب ہوگا۔ کیونکہ خلافت ہی وہ نظام ہے جو معاشرے اور ملک و ملت کو انصاف اور امن فراہم کر سکتا ہے۔

سوال: آپ نے پاکستان کو درپیش جن اندرونی اور بیرونی خطرات کا ذکر کیا ہے، ہمارے ارباب اقتدار کو ملک کو اس صورتِ حال سے نکالنے کے لیے کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟

عبدالرؤف فاروقی: سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ دینی غیرت اور قومی حمیت اور اس کے ساتھ ساتھ ملکی نظریہ اور ملکی سرحدوں کی حفاظت کے حوالے سے جو جذبہ پاکستان بناتے وقت قوم میں موجود تھا، اُس جذبہ کو دوبارہ سے بیدار کیا جائے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ سیاسی اور

عسکری تمام قوتوں کو حب الوطنی کے جذبہ کے تحت اس بات کو یقینی طور پر تسلیم کرنا چاہیے کہ ہم ایک قوم ہونے کے ساتھ ساتھ ملت اسلامیہ کا حصہ بھی ہیں۔ 1973ء کے اسلامی آئین کے تحت ہمیں اُس بنیاد پر جانا ہوگا جس کے تحت ہم اس ملک کے مفادات کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ لہٰذا جس ملک نے بھی ہم سے بات کرنی ہو وہ اس بنیاد پر ہم سے بات کرے کہ ہم ایک قوم ہیں، ایک ملک ہیں اور ایک نظریہ ہیں۔ ہمارا ایک دین ہے۔ اسی طرح ہماری ایک پہچان اور تشخص ہے۔ اور ہم اپنے ایمان اور اپنے تشخص پر کسی بھی قسم کی سودے بازی کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ اگر ہم یہ طرز عمل اپنا لیں تو پھر اللہ کی مدد ہمارے شامل حال ہوگی اور پوری قوم اور اسلامی دُنیا کے غیرت مند مسلمان بھی ہمارا ساتھ دیں گے۔ اسی طرح ہم عالمی برادری میں عزت و وقار کے ساتھ اپنے ملک کی حفاظت کر سکیں گے۔

نیٹو سپلائی بحالی کا اصل مقصد آئندہ انتخابات میں امریکی معاونت اور سرپرستی کا حصول ہے

سوال: (ایوب بیگ سے) آپ پاکستان کو درپیش اندرونی و بیرونی خطرات سے نکلنے کے لیے کیا تجاویز دیں گے؟

ایوب بیگ مرزا: پاکستان کی موجودہ صورتِ حال یہ ہے کہ ہم بند گلی میں داخل ہو چکے ہیں۔ یہ سوال بہت اہم ہے کہ اب کون سا راستہ اختیار کیا جائے کہ ہم ان مشکلات سے نہ صرف نجات حاصل کر سکیں، بلکہ صحیح معنوں میں ایک آزاد اسلامی فلاحی ریاست بھی بن سکیں۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ پاکستان کا ایک اسلامی اور فلاحی ریاست بننا تو در کنار ہم ایک آزاد ریاست بھی نہیں ہیں۔ سب سے پہلے اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ وہ ملک جس پر اللہ کی نعمتوں کی فراوانی ہے، وہ کیونکر اس طرح کے ناگفتہ بہ حالات میں گرفتار ہوا۔ میری رائے میں ہم اُس بنیاد سے ہٹ گئے تھے جس بنیاد پر ہم نے یہ ملک حاصل کیا تھا۔ ہم نے یہ ملک ”پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ“ کی بنیاد پر حاصل کیا تھا، مگر اِس بنیاد سے ہم مکمل طور پر ہٹ چکے ہیں، ورنہ ہمارے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ آپ بلوچستان کو ہی لے لیں، بلوچستان میں اتنے معدنی وسائل ہیں کہ پاکستان ہی کیا تمام عالم اسلام اُن سے مستفید ہو سکتا ہے۔ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ بلوچستان میں دنیا کی ہر دھات موجود ہے، لیکن نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہم اغیار کی غلامی کی وجہ سے اپنی چیزوں کو استعمال ہی نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر ہم 1949ء کی قراردادِ مقاصد کے مطابق اِس خطہ زمین پر صحیح معنوں میں ایک مضبوط اسلامی ریاست کی تشکیل کر لیتے تو اس وقت ملک کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔ ہم نے جو خواب دیکھا تھا، وہ خواب اپنی تعبیر نہ پا سکا۔ اس خواب کی عملی تعبیر اب کیسے ہو سکتی ہے، میری رائے میں اسلامی انقلاب ہی اس خواب کو عملی تعبیر مہیا کر سکتا ہے۔ اور یہ انقلاب کبھی جمہوری ذرائع کو بروئے کار لا کر نہیں لایا جاسکتا۔ پاکستان میں جاگیردارانہ نظام قائم ہے، لہٰذا ایسا ممکن ہی نہیں ہے کہ کوئی کسی کی جاگیر سے ووٹ لے سکے اور یوں ووٹ کے ذریعہ برسر اقتدار آ کر اس ملک کو ایک اسلامی فلاحی ریاست بنا سکے۔ گزشتہ 65 سالوں میں ہماری اسلامی جماعتوں نے کتنے ہی الیکشن لڑے مگر کامیاب نہ ہو سکیں۔ یہاں تک کہ گزشتہ سے پیوستہ انتخابات میں دینی جماعتوں کے اتحاد (ایم ایم اے) کو بھی کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ بس اتنا ہوا کہ اتحاد نے صوبہ خیبر پختونخوا میں حکومت بنا لی۔ لیکن اگر کوئی اسلامی جماعت ایک صوبے میں کامیاب ہوتی بھی ہے تو وہ چونکہ ووٹ کے ذریعہ کامیاب ہو کر آتی ہے، لہٰذا اُسے وقت کی حقیقی قوتوں کے ساتھ سمجھوتا کرنا پڑتا ہے۔ اسی بنیاد پر ہمیں یقین ہے کہ جو بھی انقلاب جمہوری طرز عمل کے ذریعہ آئے گا وہ ایک مکمل اسلامی نظام کی بجائے مفاہمتی نظام بن کر سامنے آئے گا۔ لہٰذا اسلامی انقلاب کے لیے عوامی تحریک برپا کرنے کی ضرورت ہے۔ اِس مقصد کے لیے تمام اسلامی جماعتوں کو ایک پریشر گروپ کی صورت میں میدان میں آ کر ملک میں نفاذ اسلام کے لیے ایک پُر زور تحریک کا آغاز کرنا چاہیے۔ ان شاء اللہ اس طرح وقت کی حکومت کو اسلامی جماعتوں کے آگے گھٹنے ٹیکنے پڑیں گے۔ ہمیں اس بات کو بھی سمجھنا چاہیے کہ جمہوریت ایک نظام کی بجائے ایک طرزِ حکومت ہے، جو سرمایہ دارانہ نظام کی سرپرستی میں قائم ہوتا ہے۔ اب تو یہ بات زبان زد خاص و عام ہے کہ دنیا کی تمام حکومتوں کو 250 سرمایہ دار افراد کنٹرول کر رہے ہیں۔ لہٰذا تمام اسلامی تنظیمیں اکٹھے ہو کر ایک منظم عوامی تحریک چلائیں جس کے تحت ملک میں اسلامی خلافت کا نظام قائم ہو سکے جس کے لئے یہ ملک حاصل کیا گیا تھا۔ اسلام نافذ کرنے سے ہمیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے وہ قوت عطا ہوگی کہ امریکہ بھی ہمارا بال بیکا نہیں کر سکے گا، بلکہ برابری کی بنیاد پر ہم سے بات کرے گا۔ اور ہم اُس سے برابری کی سطح پر تعلقات استوار کر سکیں گے۔ پھر ہمارا اُس سے آقا اور غلام کا رشتہ نہیں ہوگا اور نہ اسلام کے حوالے سے ہم کچھ لو اور کچھ دو کی پالیسی پر عمل پیرا ہوں گے۔ اسی طرح پھر ہم شریعت کے حوالے سے ہرگز مفاہمت کی پالیسی نہیں اپنائیں گے۔ ہم امریکہ کے دباؤ میں اس لیے آتے ہیں کیونکہ ہمارے ہاں حکمرانی کا معاملہ ویسا نہیں ہے، جیسا کہ ہونا چاہیے۔ لہٰذا ہمیں اُس نظام کی جانب لوٹنا ہوگا، جس نے پوری انسانیت کو امن، انصاف اور خوشحالی عطا کی اور وہ رب کا نظام ہے، وہ خلافت کا نظام ہے۔

(مرتب: وسیم احمد/محمد بدر الرحمٰن)

قارئین اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی
آفیشل ویب سائیٹ
www.tanzeem.org
پر خلافت فورم کے عنوان سے اور
Youtube.com/khilfatforum
پر دیکھی جاسکتی ہے۔

☆☆☆

معمار پاکستان نے کہا

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی وفات بتاریخ 11 ستمبر 1948ء سے دو تین دن پہلے پروفیسر ڈاکٹر ریاض علی شاہ سے فرمایا: ”تم جانتے ہو کہ جب مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے! یہ مشکل کام تھا اور میں اکیلا اسے کبھی نہیں کر سکتا تھا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ رسول خدا ﷺ کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا۔ اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اسے خلافت راشدہ کا نمونہ بنائیں، تاکہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے۔“

(بیان ڈاکٹر ریاض علی شاہ صاحب،
روزنامہ جنگ 11 ستمبر 1988ء)

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

نیٹو سپلائی بحالی کے حکومتی فیصلہ کے خلاف تنظیم اسلامی لاہور کا احتجاجی مظاہرہ

تنظیم اسلامی لاہور کے زیر اہتمام نیٹو سپلائی کی بحالی کے حکومتی فیصلے کے خلاف 5 جولائی 2012ء بعد نماز عصر پریس کلب لاہور کے باہر ایک احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ امیر تنظیم اسلامی حلقہ لاہور محمد جہانگیر نے پُر امن مظاہرے سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امارت اسلامی افغانستان کے خلاف امریکہ اور نیٹو سے تعاون کی مجرمانہ پالیسی کے سبب گزشتہ دس سال میں پاکستان مسلسل عذابوں کی زد میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ کراچی، خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں موجودہ بدامنی کی لہر کے پیچھے سی آئی اے اور را کے ایجنٹوں کا ہاتھ ہے۔ ان حالات میں نیٹو سپلائی بحالی کا حکومتی فیصلہ بارود کو آگ لگانے کے برابر ہے۔ تنظیم اسلامی کے رہنما تجمل حسن میر نے کہا کہ حکمران کہتے ہیں کہ نیٹو سپلائی روک کر ہم اتحادی افواج کے پچاس ممالک سے تعلقات خراب نہیں کر سکتے۔ کیا ہمارے حکمرانوں کو دنیا کی محبت نے اندھا کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واضح حکم ''یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ'' کو پس پشت ڈال کر ان کا ہر مطالبہ تسلیم کر رہے ہیں۔ رفیق تنظیم مسرور انصاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نیٹو سپلائی بحالی کا فیصلہ دنیا کی ساتویں ایٹمی طاقت کے بزدل حکمرانوں کا شرمناک فیصلہ ہے، جس کی مثال تاریخ میں کم ہی ملتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس طرح کے بزدلانہ اور احمقانہ فیصلوں کی واحد وجہ ایمان کی کمزوری ہے۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں اللہ پر بھروسا نہیں رہا۔ پھر یہ کہ ہم خلافت کے ربانی نظام سے محروم ہو گئے ہیں، جو مسلمانوں کی قوت کا ذریعہ ہے۔

مظاہرے میں رفقاء اور احباب کی کثیر تعداد نے شرکت کی، جنہوں نے بینرز اور پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے جن پر ''نیٹو سپلائی کی بحالی ملک وملت سے غداری ہے'' ''نیٹو سپلائی کی بحالی سانپ کو دودھ پلانا ہے'' ''خدارا! نیٹو سپلائی کھول کر اللہ کے غضب کو نہ للکارو'' ''نام نہاد دہشت گردی کی جنگ سے مکمل علیحدگی اختیار کی جائے'' ''امریکہ سے ناتا توڑو رب سے رشتہ جوڑو'' ''پاکستان میں دہشت گردی کے اصل ذمہ دار بلیک واٹر، سی آئی اے، را اور موساد'' جیسے نعرے درج تھے۔ آخر میں تنظیم اسلامی کے بزرگ رفیق محمد بن عبد الرشید رحمانی نے اجتماعی دُعا کرائی۔ اس کے ساتھ ہی یہ مظاہرہ اختتام پذیر ہوا۔ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے نمائندوں کی بڑی تعداد مظاہرہ کی کوریج کے لئے موجود تھی۔ (مرتب: وسیم احمد)

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی: نیٹو سپلائی بحالی کے خلاف احتجاجی مظاہرہ

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کے زیر اہتمام نیٹو سپلائی بحالی کے حکومتی فیصلے کے خلاف 5 جولائی کو آبپارہ چوک اسلام آباد میں ایک احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ ناظم حلقہ پنجاب شمالی راجہ محمد اصغر نے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نیٹو سپلائی کو بحال کرنا سانپ کو دودھ پلانے کے مترادف ہے۔ (سابق امریکی وزیر خارجہ) ہنری کسنجر کے بقول امریکہ کی دوستی اس کی دشمنی سے زیادہ خطرناک ہے۔ اس لئے ہماری حکومت ہوش کے ناخن لے اور نیٹو سپلائی کی بحالی کا احمقانہ فیصلہ فوراً واپس لے، ورنہ اندیشہ ہے کہ ملک دشمن عناصر اس نازک موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پاکستان میں خانہ جنگی کرا کر ملک تباہ کر دیں گے۔ چودھری اشتیاق حسین نے اپنے مختصر خطاب میں کہا کہ کرپشن کی دلدل میں ڈوبی ہوئی حکومت چند ٹکوں کی خاطر نیٹو سپلائی بحال کر کے پاکستان کی مزید بربادی کا باعث نہ بنے، اور اپنی جیبیں بھرنے کے لئے اللہ کے عذاب کو مزید دعوت نہ دے۔ یہود و نصاریٰ کی کاسہ لیسی کے نتیجے میں گزشتہ پینسٹھ سالوں سے یہ ملک مختلف قسم کے عذابوں کی زد میں ہے اور ہر نیا طلوع ہونے والا دن ہمارے لئے کوئی نئی مصیبت لے کر آتا ہے۔ لہٰذا اب بہت ہو چکی۔ حکمران اللہ کے غضب کو اور نہ بھڑکائیں، بلکہ نام نہاد دہشت گردی کی اس جنگ سے علیحدگی اختیار کریں اور دین کے ساتھ عملی وفاداری کریں، تاکہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔ (مرتب: عبد الرؤف)

نائب ناظمہ حلقہ خواتین تنظیم اسلامی کا دورہ فیصل آباد

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین فیصل آباد کے زیر اہتمام 23 مئی 2012ء کو قرآن اکیڈمی فیصل آباد میں ایک دعوتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ اس پروگرام کے لئے نائب ناظمہ علیا تنظیم اسلامی حلقہ خواتین اَمۃ المعطی صاحبہ اپنی ہمشیرہ اَمۃ الحصی کے ہمراہ خصوصی طور پر لاہور سے تشریف لائیں۔ مہمان خواتین دن بارہ بجے احسان صاحب کی رہائش گاہ پر پہنچیں، جہاں رفیقات تنظیم ڈاکٹر رضیہ دستگیر، نورین اور نقیبہ ثریا احسان نے اُن کا استقبال کیا۔ مہمانوں کی مشروبات سے تواضع کی گئی۔ بعدازاں ضروری گفتگو کے بعد نماز ظہر اور کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ کھانے اور نماز سے فراغت کے بعد مہمان خواتین میزبانوں کے ہمراہ قرآن اکیڈمی فیصل آباد گئیں، جہاں رفیقات تنظیم پہلے سے اُن کی آمد کی منتظر تھیں۔

پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ بعدازاں نائب ناظمہ صاحبہ نے رفیقات تنظیم کے لئے نظام العمل کے حوالے سے خواتین کے دائرکار اور رفیقات تنظیم کے مطلوبہ اوصاف پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ عورت کا اصل دائرہ کار اُس کا گھر ہے۔ لہٰذا دعوتی حوالے سے اُس کی جدوجہد کا مرکز اُس کے بچے، شوہر اور محرم رشتہ دار ہونے چاہئیں۔ ایک رفیقہ کو مسلسل اپنی تربیت کی فکر اور محاسبہ کرتے رہنا چاہیے۔ جس کے لئے قرآن و حدیث اور دینی و تنظیمی لٹریچر کا مطالعہ ازحد ضروری ہے۔ رفیقہ کو تنظیم کے دستور، اُس کے نصب العین اور نظام العمل کے بارے میں آگاہی ہونی چاہیے۔ اُسے چاہئے کہ وہ سیرت النبیؐ اور سیرت صحابیات کا مطالعہ کرتی رہے کہ اُسی سے اُس کی سیرت و کردار کی صحیح معنوں میں تعمیر ہو سکتی ہے۔ اُسے قول و فعل کے تضاد سے پاک ہونا چاہیے۔

اس کے بعد رفیقات میں ''نظام تربیت'' کے حوالے سے پمفلٹ سے تقسیم کئے گئے اور انہوں نے نائب ناظمہ سے اپنا تعارف کرایا۔ تعارف کے بعد نائب ناظمہ صاحبہ نے سورۃ الحجرات کی چند آیات کا درس دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں زندگی کے تمام معاملات میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے احکامات کی پیروی کرنی چاہیے۔ اللہ نے ہمیں مسلمان بنایا ہے۔ اِس پر ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ خاندانی زندگی کی اصلاح میں عورت کا کردار بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ ہمیں چاہیے کہ غلط رسومات کا راستہ روکیں۔ شادی بیاہ اور موت مرگ کے مواقع پر ہندوانہ رسومات ترک کر کے اسلامی تعلیمات کو اپنائیں۔ برائیوں کے انسداد کے لئے ضروری ہے کہ نکاح کو آسان اور بدکاری کو مشکل بنا دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ مغرب نے عورت کو گھر سے نکال کر بیچ چوراہے لا کھڑا کیا ہے۔ چنانچہ وہاں ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کی حیثیت سے عورت کا تقدس و احترام ختم ہو چکا ہے، اور وہ بکاؤ مال بن چکی ہے۔ مغرب اور یہودی لابی یہی کھیل اب مشرقی دنیا بالخصوص مسلم معاشروں میں کھیل رہی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ مسلمان عورت بھی ستر و حجاب اور حیا کا لباس اتار کر سر بازار نیم برہنگی کی کیفیت میں گھومتی پھرے۔ وہ لوگ خود تو اخلاقی بحران کی دلدل میں ڈوبے ہیں، اب ہمیں بھی ڈبو دینا چاہتے ہیں۔ ہمیں مغرب کی اس تحریک کا مقابلہ کرنا ہے۔ اللہ کی کتاب قرآن حکیم ہمیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم گھروں میں قرار پکڑیں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ خاندانی زندگی کی اسلامی خطوط پر تشکیل اور اولاد کی تربیت پر خصوصی توجہ دیں۔ انہوں نے خواتین کو تقویٰ کی نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ آپ جو کام بھی کریں رضائے الٰہی کے جذبے سے کریں۔ اپنے آپ کو قرآن و سنت سے جوڑیں۔ بہترین ماں بن کر آئندہ نسل کی تربیت کریں، ستر و حجاب کی پابندی کریں۔ آخر میں اَمۃ الحصی صاحبہ نے دُعا کرائی۔ نماز عصر کے بعد پروگرام میں شریک خواتین اور مہمان خواتین کی چائے سے تواضع کی گئی۔ 6 بجے یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: ڈاکٹر رضیہ دستگیر)

حلقہ پنجاب شمالی میں نئے رفقاء کا اجتماع

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کے دفتر میں نئے رفقاء کے ساتھ تعارفی نشست ہوئی، جس میں 7 نئے رفقاء شامل ہوئے۔ پروگرام کے آغاز میں راقم نے نئے رفقاء سے اپنا اور باقی تمام رفقاء و مدرسین کا تعارف کرایا۔ ثاقب الطاف نے تنظیم اسلامی کا تعارف پیش کیا۔ اس کے بعد تنظیم اسلامی اسلام آباد شمالی کے امیر اعجاز حسین نے بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور امیر تنظیم محترم حافظ عاکف سعید کا مفصل تعارف رفقاء کے سامنے رکھا۔ تنظیم اسلامی راولپنڈی غربی کے رفیق محمد احسن نے ”فرائض دینی کا جامع تصور“ وائیٹ بورڈ کے ذریعہ پیش کیا، جس سے رفقاء کو اپنی دینی ذمہ داریوں کی یاد دہانی ہوئی۔ ”دین میں جماعت اور بیعت کی اہمیت“ اور ”اقامت دین کی جدوجہد کے لئے درکار نظم و نسق اور ڈسپلن کی ضرورت“ کو تنظیم اسلامی النور کالونی کے ملتزم رفیق فرخ سلطان نے قرآن اور سنت کی روشنی میں واضح کیا۔ آخر میں راقم نے تنظیمی ڈھانچہ اور تنظیم کے ذمہ داران کا تفصیلی تعارف پیش کیا، اور رفقاء کی طرف سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات دیے۔ نماز ظہر کی ادائی کے بعد رفقاء کو ظہرانہ دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ نشست اختتام پذیر ہوئی۔ (مرتب: ابرار احمد)

تنظیم اسلامی ماڈل ٹاؤن لاہور کے زیر اہتمام ماہانہ تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی ماڈل ٹاؤن لاہور کے زیر اہتمام 16 جون 2012 کو ماہانہ تربیتی پروگرام قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں منعقد کیا گیا۔ یہ پروگرام شام 6:30 بجے شروع ہوا اور رات 11 بجے تک جاری رہا۔ پروگرام کے آغاز میں ”اقامت دین کی جدوجہد کرنے والی جماعت اور بیعت“ کے موضوع پر مذاکرہ کروایا گیا۔ اس کے بعد نماز مغرب کا وقفہ ہوا۔ بعد ازاں ایک سالہ کورس کے استاد ڈاکٹر حافظ محمد زبیر نے ”ایمان بالقدر“ کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں واضح کیا کہ ایمانیات میں آخری ایمان تقدیر پر ایمان ہے اور ہماری اُخروی نجات کے ساتھ اس کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ تقدیر کے چار مراتب ہیں: علم، کتابت، مشیت اور تخلیق۔ یعنی جو کچھ ہونے والا ہے وہ اللہ کے علم میں ہے، پھر اللہ نے اسے لکھا، پھر اس کا ارادہ کیا اور پھر اس کو وجود عطا کیا۔ اسی طرح تقدیر کی چار قسمیں ہیں: تقدیر بشری، تقدیر عمری، تقدیر سنوی اور تقدیر یومی یعنی انسان کی تقدیر، انسان عمر کیسے گزارے گا، ہر سن میں انسان کے اعمال کیا ہوں گے اور ہر دن میں انسان کے اعمال کیا ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ آج لوگوں میں تحمل اور برداشت نہیں رہا۔ مصائب اور مشکلات برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے خودکشیاں ہو رہی ہیں۔ یہ سب کچھ تقدیر پر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ تقدیر کی اہمیت کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جو آدمی تقدیر پر پختہ ایمان رکھتا ہے، اسے بے شمار ثمرات ملتے ہیں۔ اسے دل کا اطمینان حاصل ہوتا ہے، اللہ پر توکل کی دولت عطا ہوتی ہے۔ اللہ کا خوف اس کے دل میں بیٹھ جاتا ہے اور اُس میں اللہ شکر الٰہی کا جذبہ ترقی کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ کچھ لوگ ایمان بالقدر کو منفی انداز سے اپنے گناہوں کے عذر اور ڈھال کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ جو گناہ ہم کر رہے ہیں وہ تقدیر کی وجہ سے ہے۔ ایسی سوچ سے ہمیں بچنا چاہیے۔ جو شخص گناہ کرتا ہے اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اس گناہ کی سزا بھی تقدیر میں لکھی گئی ہے، لہٰذا گناہوں سے بچنے کی کوشش ضروری ہے۔ عشاء کی نماز سے پہلے ”بیوی بچوں کی تربیت کیسے کریں؟“ کے موضوع پر مذاکرہ کروایا گیا۔ عشاء کی نماز کے بعد بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا خطاب بعنوان ”انسانی شخصیت کے مزاج“ ویڈیو پروجیکٹر پر دکھایا گیا۔ رات 11 بجے کھانے کے بعد اس پروگرام کا اختتام ہوا۔

(مرتب: مرتضیٰ احمد اعوان)

تنظیم اسلامی کے حلقہ جات پنجاب پوٹھوہار اور گوجرانوالہ کے زیر اہتمام ہونے والے دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگرام

حلقہ پوٹھوہار گوجر خان

مکمل ترجمۂ قرآن مع تراویح

مقام	پتہ	مدرس
جہلم	بیت الحفیظ بالمقابل گرلز پرائمری سکول، مشین محلہ	محمد اشرف
گوجر خان	مسجد العابد وارڈ نمبر 7 حیاتسر روڈ گوجر خان	ندیم مجید
سرائے عالمگیر	کچھی بمقام مسجد قیوم آباد تحصیل سرائے عالمگیر	ظفر اقبال
میر پور	مسجد ابوالقاسم، ڈی ون کلیال، میر پور	علی اصغر اعوان محمد افتخار
چکوال	پریسٹو پبلک اکیڈمی ڈھکو روڈ چکوال شہر	(بذریعہ پروجیکٹر) کرنل عبدالقدیر

خلاصۂ مضامین قرآن

جہلم	مسجد ضلع کچہری جہلم	محمود الحسن (ڈی سی او)
میر پور	موضع گورسیاں ڈاکخانہ جاتلاں ضلع میر پور	سید محمد آزاد

حلقہ سرگودھا

مکمل ترجمۂ قرآن مع تراویح

سرگودھا	مسجد جامع القرآن، مین روڈ سیٹلائٹ ٹاؤن	ڈاکٹر عبدالرحمٰن
جوہر آباد	دفتر تنظیم اسلامی نزد جامع مسجد بلاک 4	(بذریعہ ملٹی میڈیا)

خلاصۂ مضامین قرآن مع تراویح

میانوالی	مسجد بیت المکرم پی اے ایف کالونی	نور خان

حلقہ لاہور کے تحت دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگرام میں تبدیلی

گزشتہ شمارہ میں حلقہ لاہور میں دورۂ ترجمہ قرآن کا جو شیڈول شائع ہوا ہے، اُس میں دو تبدیلیاں کی گئی ہیں: جو درج ذیل ہیں:

☆ مرکز گڑھی شاہو میں اعلان کے برعکس اب دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام نہیں ہوگا۔

☆ الفیصل ٹاؤن مسجد الھدیٰ (بہار شاہ روڈ) میں سجاد سرور کی بجائے جناب نور الوریٰ دورۂ ترجمہ قرآن کرائیں گے۔

دعائے مغفرت کی درخواست

- تنظیم اسلامی پشاور جنوبی کے رفیق فواد علی لوہانی کی خوشدامن وفات پا گئیں
- تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی کے رفیق جناب صباحت لطیف کی والدہ رحلت فرما گئیں
- تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی کے رفیق علی فواد جعفری کی دادی رحلت فرما گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومات کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللّٰھم اغفرلھن وارحمھن وادخلھن فی رحمتك وحاسبھن حسابًا یسیرًا

common human needs, necessities, hopes and frustrations, must be self-sufficient in his daily requirements and must have a worries-free mind. There should be no visible discrimination in the package of facilities available to their counterparts in the executive. Making appropriate facilities of accommodation, transport and security etc available to the judges in addition to enhancing their emoluments, will further improve their efficiency in the dispensation of justice more profoundly and the public will receive relief as a result of smooth and quick disposal of the cases. These inevitable prerequisites for an independent judiciary must be in place if we expect a better performance from the judicial system of the day, particularly the lower judiciary where the majority of the common citizens have a direct involvement for the purpose of access to justice at the lower level of the society. These consideration require the attention of the concerned authorities so as to address the problems when we speak of Justice and Judiciary.

ضرورت رشتہ

☆ رائے ونڈ کے رہائشی عمر رسیدہ شخص کو دینی مزاج کی حامل بیوہ/مطلقہ کا رشتہ درکار ہے۔خاتون کی عمر 40 سال کے لگ بھگ ہو۔

برائے رابطہ: 0307-8820919

☆ اعلیٰ تعلیم یافتہ سید فیملی کو اپنے دراز قد خوبصورت بیٹے عمر 28 سال، سوفٹ وئیر انجینئر (کیلوڈینیا یونیورسٹی گلوسکو برطانیہ) لندن میں رہائش پذیر کے لئے دینی مزاج کی حامل دراز قد، خوبصورت ڈاکٹر لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0315-4098901

☆ کراچی میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 30 سال، قد "5'2 خوبصورت خوب سیرت، خوش اخلاق، تعلیم ایک سالہ قرآن فہمی کورس، بی ایس سی، ایم اے، پابند صوم وصلوۃ کے لئے دینی مزاج کے حامل خوش اخلاق تعلیم یافتہ برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ (کراچی کا رہائشی قابل ترجیح ہوگا)

برائے رابطہ: (صبح سے 12 بجے) 0345-2738870

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی 31 سال، تعلیم ایم اے اکنامکس تفسیر القرآن کورس، الہدیٰ انٹرنیشنل کے شعبہ تدریس صوم وصلوٰۃ اور شرعی پردہ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0334-47455643

☆ رحیم یار خاں شہر میں مقیم آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی عمر 23 سال، تعلیم بی ایس سی/ایم سے ایجوکیشن (زیر تعلیم) کے لیے دیندار، تعلیم یافتہ اور برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔صرف والدین/سرپرست رجوع کریں۔ برائے رابطہ: 0336-3501302

Mohammad Faheem

Of Justice and Judiciary (II)

The Pakistani citizens have been experiencing that the respective governments throughout the history of Pakistan have been discriminating Judiciary and there is a feeling that almost a stepmother treatment has been meted out to this institution, in contrast to the other two organs. The maltreatment at the hands of politicians, the dictators and their negligence to recognize the status and rights of this 3rd element of the state has resulted in a very disproportional growth of the otherwise three equally important organs. The politicians in the respective governments have always been more liberal and generous to provide more facilities and remunerations to the executive branch as compared to the Judicial. The reason is that the civil bureaucracy has most often been used by the politicians in power, for carrying out their designs right or wrong by obliging the bureaucratic machinery through these manipulating tactics. It is time to realize that the function of judiciary has gained a more critical status and the proper dispensation of justice has become the vital and topmost priority in keeping the democratic norms and people's rights intact. There can be no stability if there are loopholes in the process of justice dispensation. It is imperative for a sound judicial system that the institution of judiciary must be free, independent and sovereign in exercising judicial powers and making free decisions without any pressure and fear. Such an ideal standard can be achieved only if the Judiciary both high and lower is not only fully empowered but it must have the facilities and the perks and privileges equivalent to the other two organs if not better than them. The incumbents in the legislature and the executive are confronted unlike those in the Judiciary particularly the lower Judiciary, with very few problems as compared to the judicial personnel who are facing a horde of problems which keep them mentally preoccupied every time. The intricate work of dispensing proper and unbiased justice requires a free and satisfied mind free of disquietude and not occupied by the worries resulting from the daily concerns of normal life. The facilities of residential and office accommodation, transport, security health and other relief packages and perks and privileges available to the judges in the lower Judiciary have a wide gape with those at the disposal of their counterparts in the Executive and the legislature. There is sufficient void in the two which requires to be narrowed down by further facilitating the judges in the lower echelon of the judicial system. The facilities and privileges at the disposal of an officer of the rank of Assistant Commissioner/APA in the tribal agencies in the executive, when compared to those available to an officer of Judiciary, the civil judge, will fully expose the discrimination meted out to the later. There are lot of expectations from the lower as well as higher judiciary, particularly in the backdrop of what has happened after the Chief Justice has given the system a new life by surmounting the most tough and unfriendly hurdles in the way of smooth dispensation of justice to all.

Under the compulsion of the code of conduct, the officers of the judiciary have to remain contented with their seclusion and little intermingling with the public and few social contacts outside their own circles. This state of affairs which is necessary to avoid any external influence, pressure or temptations has to be maintained invariably by the judges of all ranks for ensuring an atmosphere where it can be visibly seen that justice is done to the satisfaction of the hoi polloi. This aloofness necessitates that a judge who is a common human being, and is liable to be influenced by